

مدیر اعلیٰ مولانا محمد الیاس گھمن

سرگودھا



ماہنامہ

شمارہ 10

اکتوبر 2012ء

جلد نمبر 1

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ



اللہ کی نعمتیں اور ان پر شکر کی اہمیت



روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرعی حکم



شوال کے روزے اور امام اعظم رحمہ اللہ کا موقف



فجر کی جماعت کھڑی ہو جائے تو سنتیں ادا کرنا



فقہ کی اہمیت محدثین کی نظر میں



کیا یہی آزادی ہے؟



مركز اهل السنة والجماعة
87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا



فقیہ

ماہنامہ

شماره 10

اکتوبر 2012ء

جلد نمبر 1

مجلس ادارت

- مولانا محمد رضوان عزیز
- مفتی شبیر احمد حنفی
- مولانا محمد کلیم اللہ

انجمنی ہولڈرز ممبر لگائیں اور ہدیہ دینے والے اپنا نام لکھیں!

بفیضانِ نظر
بشعاعِ العرب
عارفِ اللہ حضرت مولانا
حکیم شاہ محمد اختر حفظہ اللہ

مدیر اعلیٰ

مولانا محمد الیاس گھمن

بیرون ممالک

امریکہ، اسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک
35 ڈالر..... سالانہ
سعودیہ، انڈیا، متحدہ عرب امارات اور عرب ممالک
25 ڈالر..... سالانہ
ایران، بنگلہ دیش 20 ڈالر..... سالانہ

قیمت فی شمارہ 20/- روپے

سالانہ زر تعاون
240/- روپے

برائے رابطہ

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ

87 جنوبی الہ آباد روڈ سرگودھا 0332-6311808

www.ahnafmedia.com

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ

فہرست

کیا یہی آزادی ہے؟ 3

اداریہ

روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرعی حکم 5

مولانا محمد ارشد سجاد

فقہ کی اہمیت محدثین کی نظر میں 9

حضرت مولانا خالد محمود

فجر کی جماعت کھڑی ہو جائے تو سنتیں ادا کرنا 13

مولانا محمد الیاس گھمن

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ 33

مولانا محمد اکمل

امام العصر علامہ انور شاہ محدث کشمیری رحمہ اللہ 38

مولانا محمد عبد اللہ معتمد

اللہ کی نعمتیں اور ان پر شکر کی اہمیت 43

مفتی شبیر احمد حنفی

شوال کے چھ روزے اور امام اعظم رحمہ اللہ کا موقف 59

مولانا محمد عادل منصور

آداب مجلس: 63

سلام پہنچانے کے بیان میں 63

کیا یہی آزادی ہے؟

اداریہ

ایک بار پھر پورے عالم اسلام کو ایک دلازار فلم نے سراپا احتجاج بنادیا۔ دنیا بھر کے مسلمان اپنے جذبات کا اظہار کر رہے ہیں جو ایک طرف آزادی رائے کا نعرہ لگانے والے ان وحشیوں کے منہ پر ایک طمانچہ ہے جو آئے روز اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس پر حملہ آور ہوتے ہیں اور دوسری طرف یہی مظاہرے مسلمانوں کے ایمانی جذبات کا مظہر ہیں کہ دنیا کا کوئی بھی مسلمان خواہ وہ کسی بھی علاقہ سے تعلق رکھتا ہو، جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں کسی قسم کی گستاخی کو برداشت نہیں کر سکتا۔

نائن الیون کی گیارھویں برسی کے موقع پر جاری ہونے والی اس گستاخانہ فلم Innocence Of Muslims [مسلمانوں کی معصومیت] کا رائٹر اور پروڈیوسر امریکی ریاست کیلی فورنیا سے تعلق رکھنے والا ایک امریکی یہودی سام باسل ہے۔ 52 سالہ اس ملعون کا کہنا ہے: ”میری یہ فلم ایک سیاسی فلم ہے، جو اسلام اور مسلمانوں کے منافقانہ چہرے کو بے نقاب کرتی ہے [معاذ اللہ]، اسلام ایک سرطان ہے جس کے خلاف ہمیں اپنی بساط کے مطابق کوشش کرنی چاہیے۔“

اسلام کے خلاف یہ زہریلی زبان اور انتہائی نفرت انگیز جذبات کا سلسلہ عرصہ دراز سے جاری ہے۔ نائن الیون کے بعد مسلمانوں کے خلاف جاری ہونے والی جنگوں کو امریکی صدر نے ”صلیبی جنگوں“ کا نام دیا، ڈنمارک کے ایک ملعون نے

گستاخانہ خاکے شائع کر کے مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا، ایک عیسائی پادری ٹیرف جونز نے قرآن مجید کو ایک بناوٹی عدالت میں بطور مجرم کھڑا کر کے سزا سنائی جسے ایک اور ملعون نے یوں پورا کیا کہ قرآن مجید کو جلا ڈالا، فلم Message میں مسلمانوں کی قابل قدر شخصیات کو سکرین پر فلما کر توہین آمیز جملے ان کی شان میں کہے گئے، قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے خلاف توہین انگیز تحریرات لکھی گئیں، سلمان رشدی جیسے ملعون شاتم رسول کو وائٹ ہاوس بلوا کر خصوصی پروٹوکول سے نوازا گیا اور اسی سلسلہ کی ایک کڑی یہ توہین آمیز فلم ہے۔ جب ان شر انگیز سلسلہ وار اقدامات پر نظر ڈالی جاتی ہے تو ہر کڑی کے پیچھے مغربی لابی کا فرمانظر آتی ہے جو آزادی رائے کے نام پر دوسروں کی دل آزاری پر تلی ہے، جن کے نزدیک بے حمیت، بے غیرتی اور بزدلی کو تحمل، برداشت اور احترام رائے کے معنی پہنائے گئے ہیں، جن کے ہاں غیرت و حمیت اور خود مختاری کو انتہاء پسندی اور بنیاد پرستی کا نام دیا جاتا ہے۔

ان حالات میں ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسا کوئی سنجیدہ و مؤثر قدم اٹھایا جائے جس کی وجہ سے آئے روز مسلمانوں کی دل آزاری نہ ہو، خود ساختہ آزادی رائے کا یوں بے دریغ استعمال نہ کیا جائے جو عالم میں اشتعال انگیزی کا سبب نہ بنے۔ مسلم حکمرانوں کو چاہیے کہ اس سلسلہ میں اپنا کردار ادا کریں۔ نیز اقوام متحدہ کو اس سلسلہ میں کوئی ٹھوس اور مؤثر قدم اٹھانا چاہیے جس سے انسانیت کے عظیم معلمین حضرات انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کی حفاظت ایک بین الاقوامی قانون بن جائے جس سے ان برگزیدہ ہستیوں کی ناموس پر کیچڑ اچھالنے والوں کو عبرت ناک سزا دی جاسکے۔

روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرعی حکم

مولانا محمد ارشد سجاد

مکہ مکرمہ کی حاضری اور حج کے ارکان ادا کرنے کے سے حج مکمل ہو جاتا ہے مکہ مکرمہ کی حاضری کے ساتھ ساتھ اگر مدینہ منورہ حاضری نہ ہو تو گویا یہ سفر نامہ نامکمل رہتا ہے۔ کیونکہ مکہ مکرمہ کی حاضری سے عبادت کی تکمیل جبکہ مدینہ منورہ کی حاضری سے عشق و محبت کی تکمیل ہوتی ہے۔ حج کے ابتدائی دنوں میں جانے والے حجاج کرام کو اکثر و بیشتر پہلے مدینہ طیبہ بھیج دیا جاتا ہے۔ ایسے حجاج کرام کے لئے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”میرے نزدیک اور علماء کے ایک گروہ کے نزدیک پہلے مدینہ منورہ جانا افضل ہے: وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا۔“

ہمارے آقا نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام امت بلکہ تمام عالم کے لئے رحمت ہیں۔ آپ کے پاس حاضری دے کر عرض کرو: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم حاضر ہوئے ہیں۔ ہمارے لئے حج کی قبولیت کی دعا فرمائیے، شفاعت فرمائیے۔ پھر جناب باری سبحانہ کے گھر کی طرف لوٹا جائے تاکہ آپ کے وسیلہ سے اللہ پاک حج کی اس عاشقانہ عبادت کو قبول فرمائے۔“ [معارف حضرت مدنی: ص 575]

مدنیہ منورہ جانا محض ایک سفر ہی نہیں بلکہ ایک اہم عبادت بھی ہے۔ لہذا اس مبارک سفر کے دوران سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کی زیارت کی نیت کرنی چاہیے۔ علماء امت نے اسے جائز بلکہ مستحب لکھا ہے:

1: شارح مسلم امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

إذا انصرف الحجاج والمعتمرون من مكة فليبتوجهوا الى مدينة رسول الله صلى الله عليه وسلم لزيارة قبرته صلى الله عليه وسلم فانها من اهم القربات و انجح المساعي. [الايضاح ص 447]

ترجمہ: جب حج اور عمرہ کرنے والے مکہ سے لوٹیں تو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کے لئے مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر کریں کیونکہ یہ تقرب کے ذرائع میں سے اہم ذریعہ اور کامیابی کی کوششوں میں سے اہم ترین کوشش ہے۔

2 حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من زار قبري وجبت له شفاعتي [سنن دار قطنی ج 2 ص 278]

ترجمہ: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔
اس حدیث کے تحت علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ثم يشمل زيارته صلى الله عليه وسلم حيا وميتاً ويشمل للذكر والانثى الاتي فمن قرب او بعد فيستدل به على فضيلة شد الحال لذلك وندب السفر للزيارة اذ للوسائل حكم المقاصد. [حاشیہ علی الايضاح ص 481]

ترجمہ: یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور موت کے بعد دونوں حالتوں کی زیارت کو شامل ہے۔ نیز یہ حدیث قریب وبعید کے ہر زائر کو شامل ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ یہ حدیث نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی طرف سفر کرنے کی فضیلت اور اس کے مستحب ہونے پر دلالت کرتی ہے، اس لیے کہ وسائل کا حکم مقاصد والا ہوتا ہے۔

3: فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

قَالَ مَشَائِخُنَا رَحِمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّهَا أَفْضَلُ الْمَبْدُوبَاتِ وَفِي مَنَاسِكَ
الْفَارِسِيِّ وَشَرْحِ الْمُخْتَارِ أَنَّهَا قَرِيبَةٌ مِنَ الْوُجُوبِ لِمَنْ لَهُ سَعَةٌ وَالْحُجُّ إِنْ كَانَ فَرَضًا
فَالْأَحْسَنُ أَنْ يَبْدَأَ بِهِ ثُمَّ يَتَّبِعِي بِالزِّيَارَةِ وَإِنْ كَانَ نَفْلًا كَانَ بِالْخِيَارِ فَإِذَا تَوَيَّ زِيَارَةَ
الْقَدْرِ فَلْيَبْنُوْا مَعَهُ زِيَارَةَ مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [ج 1 ص 291]

ترجمہ: ہمارے مشائخ نے فرمایا: نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت افضل
مستحب ہے۔ مناسکِ فارسی اور شرح مختار میں ہے: جس میں ہمت ہو اس کے لیے
وجوب کے قریب ہے۔ اگر حج فرض ہے تو پہلے حج کرے اور بعد میں زیارت اور اگر حج
نفل ہے تو پھر اختیار ہے۔ ہاں اگر زائر روضہ رسول کی زیارت کی نیت کرے تو اسے
چاہیے کہ مسجد نبوی کی زیارت کی نیت بھی کر لے۔

4: فقہ حنفی کی بے مثال کتاب الدر المختار مع شرح رد المحتار میں لکھا

ہے: زیارۃ قبرہ مندوبۃ باجماع المسلمین کہا فی اللباب

[در مختار مع رد المحتار ج 4 ص 63]

ترجمہ: تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر
مبارک کی زیارت مستحب ہے۔

5: علامہ سمہودی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وقد ثبت خروج النبی صلی اللہ علیہ وسلم وحینئذ فقبرہ صلی اللہ

علیہ وسلم اولیٰ قد انعقد الاجماع علی ذالک لا طباق السلف والخلف علیہ

[وفاء الوفاء ج 4 ص 188]

ترجمہ: نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ سے شہداء احد کی قبور کی زیارت کے لیے

جانا ثابت ہے۔ [جب قریب سے قبر کی زیارت کے لیے نکلنا جائز ہے تو دور سے بھی جائز ہوگا] اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اس کے زیادہ مستحق ہے کہ اس کے لیے سفر کیا جائے اور اس پر سلف و خلف کے اتفاق کی وجہ سے اجماع بھی منعقد ہو چکا ہے۔

6: قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”جب مدینہ کا عزم ہو تو بہتریوں ہے کہ نیت زیارت قبر مطہر کی کر کے جاوے تاکہ مصداق اس حدیث کا ہو جاوے کہ جو کوئی محض میری زیارت کو آوے شفاعت اس کو مجھ پر حق ہوگئی۔“ [زبدۃ المناسک ملحق تالیفات رشیدیہ ص 648، 649]

7: شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ہمارے اکابر زیارت مطہرہ کے لیے سفر کرنے کو نہ صرف جائز بلکہ افضل المستحبات اور قریب واجب قرار دیتے ہیں بلکہ محض زیارت کے لیے سفر کرنا جس میں اور کوئی دوسری قربت منوی اور ملحوظ نہ ہو افضل اور اعلیٰ قرار دیتے ہیں“ [نقش حیات ص 161]

8: فخر المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

عندنا وعند مشائخنا زیارة قبر سید المرسلین [روحی فداء] من اعظم القربات واهم المثوبات وانجح لنیل الدرجات بل قریبة من الواجبات [المہند علی المفند ص 34]

ترجمہ: ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک زیارت قبر سید المرسلین [میری روح آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہو] اعلیٰ درجہ کی قربت اور نہایت ثواب اور سبب حصول درجات ہے بلکہ واجب کے قریب ہے۔

فقہ کی اہمیت محدثین کی نظر میں

حضرت مولانا خالد محمود حفظہ اللہ

پی ایچ ڈی لندن

8: حضرت امام احمد رحمہ اللہ (م 241ھ)

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

عن الامام احمد قال: اذا كان عند الرجل الكتب المصنفة، فيها قول الرسول صلى الله عليه وسلم واختلاف الصحابة والتابعين فلا يجوز ان يعمل بما شاء و يتخير فيقضى به و يعمل به حتى يسئل اهل العلم ما يوخذ به فيكون يعمل على امر صحيح.

اعلام الموقعين جلد 1 صفحہ 44

ترجمہ: امام احمد سے مروی ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس حدیث کی کتابیں ہوں تو اس کے لئے جائز نہیں کہ جس پر چاہے عمل کر لے اور جو قول چاہے اختیار کر لے اور اس کے مطابق فیصلہ دے جب تک علماء سے نہ پوچھ لے کہ کون سی بات اختیار کرنی ہے۔ اس صورت میں اس کا عمل صحیح طریق پر ہو سکے گا۔

یہاں ”اہل علم“ سے کون لوگ مراد ہیں، محمد عوامہ لکھتے ہیں:

لابد من سوال اهل العلم وهم اهل الفقه والمعرفة هل يوخذ بهذا الحديث اولاً.

اثر الحديث الشريف صفحہ 71

ترجمہ: اہل علم سے مراد اہل فقہ ہیں وہی بتا سکتے ہیں کہ اس حدیث پر عمل کیا جائے گا یا نہ 9: امام شافعی رحمہ اللہ کے شاگرد امام مزنی رحمہ اللہ جو امام طحاوی رحمہ اللہ کے استاد اور

ماموں تھے فرماتے ہیں:

فانظروا- رحمکم اللہ- علی ما احادیثکم الی جمعتموها واطلبوا العلم عند اهل

الفقه تکنونوا فقہاء۔ الفقیہ والمتفقہ جلد 2 صفحہ 15

ترجمہ: اللہ تم پر رحم کرے، ان احادیث پر جو تم نے جمع کیں نظر رکھو اور علم اہل فقہ سے حاصل کرو۔ تم خود بھی فقہاء بن جاؤ گے۔

10: پہلے دنوں وہ اہل علم جن کی بات سند سمجھی جائے ”فقہاء“ کہلاتے تھے۔ ابن

جریج رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں مجھے ابن ابی لیلیٰ [م 148ھ] نے ایک مسئلہ سنایا:

عن ابن جریج قال قال لی ابن ابی لیلیٰ عن فقہائہم لسید العبد ما صدقہا غلامہ
یاخذہ منها عجلت قبل ان تعلم۔

مصنف عبد الرزاق: ج 7، ص 262

[ترجمہ: ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ ہمارے فقہاء نے یہ مسئلہ بتایا: ایک غلام اپنے آپ کو آزاد ظاہر کر کے کسی عورت سے نکاح کرے اور مہر میں اپنے آقا کا مال دے تو آقا کو اختیار ہو گا چاہے تو وہ مال جو غلام نے عورت کو مہر کے طور پر دیا ہے اے عورت سے لے لے، کیونکہ عورت نے غلام کی حالت جانے بغیر نکاح کرنے میں جلدی کی]

11: امام ترمذی رحمہ اللہ (م 279ھ) ایک بحث میں لکھتے ہیں:

و كذلك قال الفقہاء وہم اعلم بمعانی الحدیث۔

جامع ترمذی جلد 1 صفحہ 118

ترجمہ: اور یہی بات فقہاء نے کہی ہے اور فقہاء ہی حدیث کے معنی بہتر جانتے ہیں۔

12: حضرت ابو بکر بن عیاش رحمہ اللہ صحیح بخاری کے راوی ہیں (دیکھئے جلد 2 صفحہ 725)

علم کا آخری فیصلہ آپ کے ہاں فقیہ کا فیصلہ ہے جب تک کسی مسئلہ پر فقیہ کا عمل نہ ہو وہ

مسئلہ ہی نہیں۔ آپ ایک مقام پر کہتے ہیں:

ما رأيت فقيهاً قط يفعل

طحاوی جلد 1 صفحہ 112

ترجمہ: میں نے کسی فقیہ کو ایسا کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

13: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (852ھ) لکھتے ہیں:

فان علم الحلال والحرام انما يتلقى من الفقهاء

فتح الباری جلد 9 صفحہ 31

ترجمہ: سو حلال و حرام کا علم فقہاء سے ہی حاصل کیا جاتا ہے۔

14: حافظ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ (795ھ) اپنے رسالہ الطیبة النافعة میں لکھتے

ہیں:

اما الائمة و فقهاء اهل الحديث فانهم يتبعون الحديث الصحيح حيث كان اذا كان معمولاً به عند الصحابة ومن بعدهم او عند طائفة منهم فاما ما اتفق على تركه فلا يجوز العمل به لانهم ما تركوه الا على علم انه لا يعمل به. قال عمر بن عبد العزيز: خذوا من اى ما كان يوافق قبلكم فانهم كانوا اعلم منكم۔

فضل علم السلف علم الخلف صفحہ 9

ترجمہ: ائمہ اور فقہاء اہل حدیث حدیث صحیح کی پیروی کرتے ہیں، وہ جہاں بھی ہو بشرطیکہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہ اور تابعین کے ہاں یا ان کے کسی ایک حلقے میں معمول بہ رہی ہو لیکن جب اسے سب نے چھوڑ رکھا ہو تو اس پر عمل کرنا جائز نہیں۔ ان حضرات

نے اسے کسی علم کی بناء پر ہی چھوڑا ہو گا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہیں سے حدیث لو بشرطیکہ وہ تم سے پہلے لوگوں میں قبول کی گئی ہو وہ بے شک تم سے زیادہ جاننے والے تھے۔
15: علامہ سیوطی رحمہ اللہ الحاوی میں لکھتے ہیں:

قالت الاقدمون: المحدث بلا فقه كعطار غير طبيب فالادوية حاصلة في دكانه ولا يدري لماذا يصلح والفقهاء بلا حديث كطبيب ليس بعطار يعرف ما تصلح له الادوية الا انها ليست عنده.

الحاوی جلد 2 صفحہ 398

ترجمہ: پہلے اہل علم نے کہا ہے وہ محدث جو فقہ نہ جانتا ہو اس عطار کی طرح ہے جو طبیب (ڈاکٹر) نہ ہو سب دوائیں اس کی دکان میں موجود ہوتی ہیں اور وہ نہیں جانتا کہ وہ کس مرض کا علاج ہیں اور فقیہ بلا حدیث اسی طرح ہے جیسے وہ طبیب جو جانتا تو ہے کہ یہ دوائیں کس مرض کی ہیں مگر وہ رکھتا نہیں۔

ان تفصیلات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ فقہ اور حدیث میں کوئی تضاد نہیں، فقہ حدیث کا غیر نہیں، حدیث قالب ہے اور فقہ روح ہے۔ فقہاء نے کبھی قیاس اور استنباط کو نص پر مقدم نہیں کیا۔ نامناسب نہ ہو گا کہ ہم یہاں اپنے ایک مضمون الموافقة بین الحديث والفقہ بھی ہدیہ قارئین کر دیں۔ مضمون کی مناسبت سے اگر کوئی بات دوبارہ آجائے تو اس سے درگزر فرمائیں۔

فقہ المسائل

فجر کی جماعت کھڑی ہو جائے تو سنتیں ادا کرنا

مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

سوال: میرے ایک دوست نے جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں، ایک دن مجھے کہا: آپ لوگ جو فجر کی جماعت کھڑی ہونے کے وقت سنتیں ادا کرنے لگتے ہو یہ حدیث کے خلاف ہے، کیونکہ حدیث میں آتا ہے: اذا اقيمت الصلاة فلا صلاة الا المكتوبة (جب اقامت ہو جائے تو فرض کے علاوہ کوئی صلاة جائز نہیں)۔ نیز اس نے یہ بھی کہا: اس حدیث کے آخر میں ”الا رکعتی الفجر“ کا جھوٹا اضافہ کر کے آپ لوگ فجر کی سنتوں کو مستثنیٰ قرار دیتے ہو جو محض ضد و تعصب کا نتیجہ ہے۔ اقامت کے بعد اور تکبیر تحریمہ کے بعد مسجد میں جلدی جلدی ٹکریں مارنے کا قطعاً کوئی جواز نہیں، جھوٹے اضافہ پر ضد چھوڑیں اور صحیح حدیث پر عمل کریں۔

براہ کرم اس مسئلہ کو واضح فرمائیں۔

السائل

محمد سعود میمن

کلفٹن۔ کراچی

جواب: حامداً و مصلیاً

اہل السنۃ والجماعۃ احناف کا موقف یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو اطمینان ہے کہ وہ سنتیں ادا کرنے کے بعد جماعت کی دوسری رکعت (بلکہ تشهد میں) مل جائے گا تو

اسے چاہیے کہ کسی الگ جگہ مثلاً مسجد سے باہر، مسجد کے صحن میں، کسی ستون وغیرہ کی اوٹ میں، جماعت کی جگہ سے ہٹ کر پہلے سنتیں ادا کرے پھر جماعت میں شریک ہو جائے۔ ہاں اگر یہ خیال ہو کہ سنتیں پڑھنے کی صورت میں جماعت فوت ہو جائے گی تو سنتیں نہ پڑھے بلکہ جماعت میں شریک ہو جائے۔ [رد المحتار مع الدر المختار: ج 2: ص 56، 57 وغیرہ]

دلائل:

اس مسئلہ میں دو جہتیں ہیں:

جہت نمبر 1: احادیث مبارکہ میں تمام سنتوں میں سب سے زیادہ تاکید فجر کی سنتوں کی وارد ہوئی ہے۔ مثلاً

1: عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى شَيْءٍ مِنَ النَّوَافِلِ أَشَدَّ تَعَاهُدًا مِنْهُ عَلَى رُكْعَتِي الْفَجْرِ۔

[صحیح البخاری ج 1 ص 156 باب تعاهد رکعتی الفجر، صحیح مسلم ج 1 ص 251 باب استحباب رکعتی الفجر والحث علیہا]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی نفل [جو فرضوں سے زائد ہوتی ہیں، مراد سنن ہیں] کی اتنی زیادہ پابندی نہیں فرماتے تھے جتنی فجر کی دو رکعتوں کی کرتے تھے۔

2: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَلَا تُعْوَ هُمَا وَإِنْ طَرَدَتْكُمُ الْحَيَلُ۔

[سنن ابی داؤد ج 1 ص 186 باب فی تخفیفہا، شرح معانی الآثار ج 1 ص 209 باب القراءة فی رکعتی الفجر]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ فجر کی دو سنتوں کو نہ چھوڑو خواہ تمہیں گھوڑے رو نہ ڈالیں۔

یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔ [اعلاء السنن ج 7 ص 105]

جہت نمبر 2: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باجماعت نماز کی بھی تاکید فرمائی ہے۔ نیز حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جب جماعت ہو رہی ہو تو اس میں شرکت کی جائے۔

اب ایک شخص ایسے وقت میں آیا کہ فجر کی جماعت کھڑی ہے اور اس نے سنتیں بھی ادا نہیں کیں، تو احناف کا مذکورہ موقف ایسا مستقیم ہے کہ اس سے دونوں فضیلتیں جمع ہو جاتی ہیں یعنی فجر کی سنتوں کا جو تاکید حکم ہے اس پر بھی عمل ہو جاتا ہے اور جماعت میں شمولیت کے حکم کی بھی تعمیل ہو جاتی ہے۔ یہ موقف حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے عمل سے ثابت ہے۔
دلائل پیش خدمت ہیں۔

دلیل نمبر 1: عن عبد الله بن أبي موسى قال : جاء ابن مسعود والامام

يصلی الصبح فصلی رکعتین إلى ساریة ولم یکن صلی رکعتی الفجر۔
(المعجم الكبير: رقم الحديث 9385)

ترجمہ: عبد اللہ بن ابی موسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تشریف لائے جبکہ امام نماز پڑھا رہا تھا۔ تو آپ نے ستون کی اوٹ میں دو رکعتیں پڑھیں، آپ نے فجر کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں۔

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ورجاله موثقون [اس کے راوی ثقہ ولاق اعتماد ہیں]
(جمع الزوائد: رقم الحديث 2392)

دلیل نمبر 2: مالک بن مغول قال سمعت نافعاً يقول: أيقظت بن عمر رضي

الله عنهما لصلاة الفجر وقد أقيمت الصلاة فقام فصلی الركعتين۔

(سنن الطحاوی: رقم الحدیث 2042)

ترجمہ: مالک بن مغول سے روایت ہے کہ میں نے حضرت نافع سے سنا، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو نماز فجر کے لیے اس وقت بیدار کیا جبکہ نماز کھڑی ہو چکی تھی، آپ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور پہلے دو رکعت سنت ادا فرمائی۔

اسنادہ صحیح (آثار السنن ص 202)

تنبیہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما باوجود اقامت نماز ہو جانے کے سنتیں ادا فرما رہے ہیں۔

دلیل نمبر 3: عن أبي عثمان الأنصاري قال : جاء عبد الله بن عباس

والإمام في صلاة الغداة ولم يكن صلى الركعتين فصلى عبد الله بن عباس رضي

الله عنهما الركعتين خلف الإمام ثم دخل معهم - (سنن الطحاوی: رقم الحدیث 2040)

ترجمہ: ابو عثمان انصاری فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تشریف لائے جبکہ امام صبح کی نماز پڑھا رہا تھا۔ آپ نے فجر کی دو سنتیں نہیں پڑھی تھیں۔ پس آپ نے امام کے پیچھے [جماعت سے ہٹ کر] یہ دو رکعتیں ادا کیں، پھر ان کے ساتھ جماعت میں شریک ہو گئے۔

اسنادہ صحیح (آثار السنن ص 204، اعلاء السنن ج 7 ص 100)

دلیل نمبر 4: عن محمد بن كعب قال : خرج عبد الله بن عمر رضي الله

عنهما من بيته فأقيمت صلاة الصبح فركع ركعتين قبل أن يدخل المسجد وهو

في الطريق ثم دخل المسجد فصلى الصبح مع الناس - (سنن الطحاوی: رقم 2041)

ترجمہ: محمد بن کعب فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے گھر سے نکلے، صبح کی نماز ادا ہو رہی تھی۔ آپ نے مسجد داخل میں ہونے سے پہلے راستہ ہی میں

دور کعت سنت ادا کی۔ پھر مسجد میں داخل ہوئے اور لوگوں کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔

امام محدث ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اسنادہ حسن (اعلاء السنن ج 7 ص 102)

دلیل نمبر 5: عن زید بن أسلم عن بن عمر رضی اللہ عنہما : أنه جاء والإمام يصلي الصبح ولم يكن صلى الركعتين قبل صلاة الصبح فصلاهما في حجرة حفصة رضي الله عنها ثم إنه صلى مع الإمام (سنن الطحاوی: رقم الحديث 2043)

ترجمہ: حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے جبکہ امام صبح کی نماز پڑھا رہا تھا، آپ نے صبح کی دو سنتیں ادا نہیں کی تھیں، تو آپ نے یہ دو رکعتیں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ کے گھر ادا کیں پھر امام کے ساتھ جماعت میں آئے۔

تنبیہ: حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ کا گھر ان دنوں مسجد میں داخل تھا۔

(اعلاء السنن ج 7 ص 102، 103)

اس حدیث کی اسناد صحیح ہے۔ (اعلاء السنن ج 7 ص 102)

دلیل نمبر 6: عن أبي الدرداء : أنه كان يدخل المسجد والناس صفوف في

صلاة الفجر فيصلی الركعتين في ناحية المسجد ثم يدخل مع القوم في الصلاة (سنن الطحاوی: رقم الحديث 2044)

ترجمہ: حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ جب وہ مسجد میں آتے اور لوگ نماز فجر کی جماعت کی صف میں ہوتے تو یہ مسجد کے کسی گوشہ میں سنت فجر پڑھ کر لوگوں کے ساتھ جماعت میں شریک ہو جایا کرتے تھے۔

اسنادہ حسن (آثار السنن ص 203، اعلاء السنن ج 7 ص 103)

مصنف عبد الرزاق میں یہ الفاظ ہیں: عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: نَعَمْ، وَاللَّهِ لَئِنْ دَخَلْتُ وَالنَّاسُ فِي الصَّلَاةِ لَأُحْمَدَنَّ إِلَى سَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ لَأَرْكَعَنَّهِنَّ ثُمَّ لَأَكْبِلَنَّهِنَّ ثُمَّ لَأَعْجَلُ عَنْ أَكْبَالِهِمَا ثُمَّ أَفْشِيَنَّ إِلَى النَّاسِ فَأُصَلِّيَ مَعَ النَّاسِ الصُّبْحَ. [مصنف عبد الرزاق ج 2 ص 294 ، رقم 4033]

ترجمہ: حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہاں اللہ کی قسم! اگر میں ایسے وقت میں (مسجد میں) داخل ہوں جبکہ لوگ جماعت میں ہوں تو میں مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے پیچھے جا کر فجر کی سنتوں کی دو رکعتیں ادا کروں گا، ان کو کامل طریقہ سے ادا کروں گا اور ان کو کامل کرنے میں جلدی نہ کروں گا۔ پھر جا کر لوگوں کے ساتھ نماز میں شامل ہو جاؤں گا۔

دلیل نمبر 7: عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرَّبٍ ، أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ وَأَبَا مُوسَى خَرَجَا مِنْ عِنْدِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ ، فَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ ، فَرَكِعَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ دَخَلَ مَعَ الْقَوْمِ فِي الصَّلَاةِ ، وَأَمَّا أَبُو مُوسَى فَدَخَلَ فِي الصُّفِّ . (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم 6476)

ترجمہ: حارثہ بن مضرب کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہما حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس سے نکلے تو جماعت کھڑی ہو چکی تھی۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے دو رکعتیں ادا کیں اور نماز میں لوگوں کے ساتھ آملے جبکہ ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ دو رکعتیں پڑھے بغیر آملے۔ اسناد صحیح (آثار السنن ص 203 ، اعلاء السنن ج 7 ص 104)

وفيه ايضاً في طريق اخرى: فجلس عبد الله الى أسطوانة من المسجد فصلى الركعتين ثم دخل في الصلاة.

(سنن الطحاوی: رقم الحديث 2037، مصنف عبد الرزاق: رقم الحديث 4034)

ایک طریق میں ہے: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد کے ایک ستون کی اوٹ میں بیٹھ گئے، دو رکعتیں ادا کیں، پھر نماز میں شامل ہو گئے۔

دلیل نمبر 8: عن أبي عثمان النهدي قال: كنا نأتى عمر بن الخطاب رضي الله

عنه قبل أن نصلي ركعتين قبل الصبح وهو في الصلاة فنصلي ركعتين في آخر

المسجد ثم ندخل مع القوم في صلاتهم (سنن الطحاوی: رقم الحديث 2046)

ترجمہ: ابو عثمان النهدی فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے جبکہ آپ نماز پڑھا رہے ہوتے تھے اور ہم نے نماز فجر سے پہلے سنتیں ادا نہ کی ہوتی تھیں، تو ہم پہلے مسجد کے کسی کونہ میں سنتیں ادا کرتے پھر لوگوں کے ساتھ نماز (کی جماعت) میں شریک ہو جاتے تھے۔

اسنادہ حسن (آثار السنن ص 204، اعلاء السنن ج 7 ص 104)

تنبیہ: اس روایت میں ”کنا نأتی“ جمع کا صیغہ دلالت کرتا ہے کہ عہدِ فاروقی میں یہ صورت کثرت سے پیش آتی تھی اور بہت سے حضرات کا عمل اس کے مطابق تھا۔

(نماز مدلل از مولانا فیض احمد الملتانی ص 208)

دلیل نمبر 9: عن الشعبي يقول: كان مسروق يجيء الى القوم وهم في

الصلاة ولم يكن ركع ركعتي الفجر فيصلي ركعتين في المسجد ثم يدخل مع

القوم في صلاتهم (سنن الطحاوی: رقم الحديث 2048)

ترجمہ: امام شعبی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام مسروق (مسجد میں) تشریف لاتے جبکہ لوگ نماز ادا کر رہے ہوتے اور آپ نے صبح کی سنتیں ادا نہ کی ہوتیں تو آپ پہلے دو رکعتیں مسجد میں ادا کرتے، پھر لوگوں کے ساتھ نماز میں شریک ہو جاتے۔

اسنادہ صحیح (آثار السنن ص 203، اعلاء السنن ج 7 ص 105)

دلیل نمبر 10: عن یزید بن ابراہیم عن الحسن: أنه کان یقول إذا دخلت المسجد ولم تصل رکعتی الفجر فصلہما وان کان الإمام یصلی ثم ادخل مع الإمام (سنن الطحاوی: رقم الحدیث 2050)

ترجمہ: یزید بن ابراہیم سے روایت ہے کہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تم مسجد میں ایسے وقت میں داخل ہو کہ امام نماز میں ہو اور تم نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں تو پہلے سنتیں پڑھو، پھر امام کے ساتھ شریک ہو جاؤ۔
اسنادہ صحیح (آثار السنن ص 204)

و فی لفظ له: عن یونس قال: کان الحسن یقول یصلیہما فی ناحیة المسجد ثم یدخل مع القوم فی صلاتہم (سنن الطحاوی: رقم الحدیث 2051)
اسنادہ صحیح (آثار السنن ص 205، اعلاء السنن ج 7 ص 105)

ترجمہ: ایک روایت میں یوں ہے: حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وہ شخص (جس نے ابھی سنت فجر ادا نہیں کی) ان دو رکعتوں کو مسجد کے کسی کونہ میں پڑھے، پھر لوگوں کے ساتھ نماز میں شریک ہو جائے۔

دلیل نمبر 11: عن الحارث عن علی قال: کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الرکعتین عند الإقامة (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث 1147)
قال الامام المحدث العثماني: وفيه الحارث ضعفه بعضهم و وثقه آخرون وهو حسن الحديث (اعلاء السنن ج 7 ص 105)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی اقامت کے وقت دو رکعتیں ادا فرماتے تھے۔

تنبیہ: اس میں جواز موجود ہے کہ اقامت کے وقت امام دو رکعتیں ادا کر سکتا ہے، تو

مندرجہ بالا آثارِ صحابہ و تابعین اور حدیث ”لَا تَدْعُوهُمَا وَإِنْ طَرَدَتْكُمُ الْحَيَلُ“ کی وجہ سے مقتدی کے لیے بھی ان دورِ کعتوں کا جواز ثابت ہوتا ہے جبکہ صفوفِ جماعت میں مخالط نہ ہو۔ (اعلاء السنن ج 7 ص 105)

خلاصہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہم، ابو عثمان النہدی، امام مسروق، امام حسن بصری رحمہم اللہ کے عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ مسجد میں آنے والے شخص نے اگر سنتیں ادا نہیں کیں تو مسجد سے باہر، مسجد کے صحن میں، کسی ستون وغیرہ کی اوٹ میں، جماعت کی جگہ سے ہٹ کر پہلے سنتیں ادا کرے پھر جماعت میں شریک ہو جائے اور یہی احناف کا موقف ہے۔

ان آثار کو ملاحظہ کرنے کے بعد ان صاحب کو غور فرمانا چاہیے کہ یہ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ کیا کسی جھوٹے اضافے پر عامل تھے؟ بقول آپ کے: ”اقامت کے بعد اور تکبیر تحریمہ کے بعد مسجد میں جلدی جلدی ٹکریں مارنے کا قطعاً کوئی جواز نہیں“ تو کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ [معاذ اللہ] ایک بے جواز عمل پر عامل رہے؟ ہوش کے ناخن لیجیے اور ان عظیم ہستیوں سے متعلق اپنی رائے درست کیجیے۔ یقیناً توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔

موصوف کے شبہ کا جائزہ:

موصوف نے شبہ یہ ظاہر کیا کہ حدیث ”اِذَا قِيَمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَوةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ“ کے آخر میں ”الارکعتی الفجر“ کا جھوٹا اضافہ کر کے آپ لوگ فجر کی سنتوں کو مستثنیٰ قرار دیتے ہو۔

جواب نمبر 1: اللہ تعالیٰ موصوف کو فہم نصیب فرمائے۔ اہل السنۃ والجماعۃ احناف کثرت اللہ سوادھم کا موقف اس روایت پر موقوف نہیں۔ [خواہ مخواہ کی وکالت سے باز رہیں] بلکہ ان کا متدل حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہم، امام مسروق، امام حسن بصری، امام ابو عثمان نہدی وغیرہ کے آثار ہیں، جو سند صحیح / حسن ہیں۔ [ما قبل میں گزر چکے ہیں]

رہا حدیث ”اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة“ کے آخر میں ”الا رکعتی الفجر“ کو جھوٹا اضافہ کہنا سو یہ بات بلا دلیل ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔ ممکن ہے کہ موصوف یہ کہہ دیں کہ اس حدیث کے دو روایات حجاج بن نصیر اور عباد بن کثیر کے بارے میں امام بیہقی نے کلام کیا ہے۔

جواب یہ ہے کہ

پہلا راوی: حجاج بن نصیر

1: آپ سنن ترمذی کے راوی ہے۔

2: امام ابن معین ان کے بارے میں فرماتے ہیں: کان شیخاً صدوقاً لکنہم اخذوا علیہ اشیاء فی احادیثہ شعبۃ۔ [آپ سچے شیخ تھے، البتہ ائمہ نے آپ کی ان احادیث پر گرفت کی ہے جو آپ نے امام شعبہ سے روایت کی ہیں]

3: ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا۔

4: امام ابن عدی اپنی کتاب ”الکامل“ میں ان کی وہ روایات جو شعبہ سے ہیں لائے ہیں جن پر محدثین نے گرفت کی ہے۔ یہ تین احادیث ہیں اور ان کی سند پر گرفت کی ہے نہ کہ متن میں۔ خود ابن عدی فرماتے ہیں: حجاج کی ان تین روایات کے علاوہ باقی

احادیث صالح ہیں۔

امام عجمی فرماتے ہیں: کان معروف بالحدیث [آپ علم حدیث کے حوالے سے معروف شخصیت ہیں] (تہذیب التہذیب لاین حجر ج 1 ص 672، 671 ملخصاً)

امام ابن عدی نے ”الارکعتی الفجر“ کی حدیث ان تین احادیث میں ذکر نہیں کی۔ نیز حجاج بن نصیر یہ روایت شعبہ سے روایت نہیں کر رہے ہیں۔ پس بقول ابن عدی یہ صالح الحدیث ہیں (اعلاء السنن ج 7 ص 110)

دوسرا راوی: عباد بن کثیر
یہ راوی مختلف فیہ ہے۔

1: امام ابن معین نے اس کی توثیق کی ہے۔ ایک مرتبہ فرمایا: لیس بہ باس۔ [اس راوی میں کوئی حرج نہیں]

2: ابو بکر بن ابی شیبہ: یہ ثقہ تھے۔ (تہذیب التہذیب لاین حجر ج 3 ص 372)

3: علی بن المدینی: عباد بن کثیر الرملی ثقہ تھے۔ (المیزان للذہبی ج 2 ص 336)

پس یہ روایت حسن ہے (اعلاء السنن ج 7 ص 110)

خلاصہ یہ ہے کہ احناف کا موقف جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ کے عمل مبارکہ سے ثابت ہے جو یقیناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد کو زیادہ جانتے تھے۔ لہذا موصوف کا اپنے آپ کو حدیث پر عمل پیرا اور دوسروں کو مخالف حدیث کہنا جہالت کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں وسوس سے بچا کر صراط مستقیم پر قائم رکھے۔ آمین

نماز اہل سنت والجماعت

مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

سجدہ میں جاتے ہوئے پہلے گھٹنے، پھر ہاتھ، پھر پیشانی کو زمین پر رکھنا:

1: عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَضَعُ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ إِذَا سَجَدَ.

(صحیح ابن خزمہ ج 1 ص 342 باب البدء بوضع الركبتين على الارض قبل اليدين --، رقم الحديث 626)

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو ہاتھوں سے پہلے اپنے گھٹنے زمین پر رکھتے تھے۔

2: عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ فَحَادَى بِإِبْهَامِيهِ أُذُنَيْهِ ثُمَّ رَكَعَ حَتَّى اسْتَقَرَّ كُلُّ مَفْصَلٍ مِنْهُ وَانْحَطَّ بِالتَّكْبِيرِ حَتَّى سَبَقَتْ رُكْبَتَاكَ يَدَيْهِ.

(المستدرک للحاکم ج 1 ص 3) (49- باب التامین، رقم الحديث 822)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے تکبیر کہی اور اپنے دونوں انگوٹھے کانوں کے برابر کر لیے پھر رکوع فرمایا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر جوڑ اپنی جگہ پر درست ہو گیا۔ پھر آپ تکبیر کہتے ہوئے جھکے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنے ہاتھوں سے پہلے زمین پر لگے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے تکبیر کہی اور اپنے دونوں انگوٹھے کانوں کے برابر کر لیے پھر رکوع فرمایا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر جوڑ اپنی جگہ پر درست

ہو گیا۔ پھر آپ تکبیر کہتے ہوئے جھکے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنے ہاتھوں سے پہلے زمین پر لگے۔

سجدہ سات اعضاء پر کرنا :

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْضَاءٍ وَلَا يَكْفُ شَعْرًا وَلَا تَوْبًا أَلْجَبَهُهُ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ.

(صحیح البخاری ج 1 ص 112 باب السجود علی سبعة اعظم ، صحیح مسلم ج 1 ص 193 باب اعضاء السجود والنهی عن كف الشعر)

ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا تھا کہ سات اعضاء پر سجدہ کریں اور اپنے بالوں اور کپڑوں کو تنہ نہ کریں، (وہ اعضاء یہ ہیں) پیشانی، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں۔
عدد الفاظ تسبیح سجدہ :

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ...
وَإِذَا سَجَدَ فَقَالَ فِي سُجُودِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَدْ تَمَّ سُجُودُهُ وَذَلِكَ أَذْنَاهُ.

(جامع الترمذی ج 1 ص 60 باب ما جاء في التسبيح في الركوع والسجود ، سنن ابن ماجہ ج 1 ص 63 باب التسبيح في الركوع والسجود)

ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى تین بار کہے تو اس کا سجدہ مکمل ہوتا ہے اور یہ کم از کم مقدار ہے۔

تکبیر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھانا :

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ... ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَهْوِي سَاجِدًا ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ.

(صحیح مسلم ج 1 ص 169 باب اثبات التكبير في كل خفض ورفع في الصلوة)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو قیام کرتے وقت تکبیر کہتے (اسی طرح تکبیرات کہتے جاتے) پھر جب سجدہ کے لئے جھکتے تو تکبیر کہتے پھر جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے سجدوں کے درمیان جلسہ کرنا :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو نماز کا طریقہ سکھاتے ہوئے فرمایا: ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا.

(صحیح البخاری ج 1 ص 109 باب امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الذی لایتم رکوعہ)

(بالاعادة صحیح مسلم ج 1 ص 170 باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة)

ترجمہ: پھر سجدہ کرو اطمینان کے ساتھ پھر سجدہ سے سر اٹھاؤ یہاں تک کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔
دعاء جلسہ :

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ فِي صَلَاةِ اللَّيْلِ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَاجْبُرْنِي وَارْزُقْنِي وَارْزُقْ عَنِّي. وَمِثْلَهُ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.

(سنن ابن ماجہ ج 1 ص 64 باب ما يقول بين السجدين ، مصنف عبد الرزاق ج 2)

ص 123 باب القول بين السجدين رقم الحديث (3014)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز (تہجد یا نفلی وغیرہ) میں دو سجدوں کے درمیان یہ دعا پڑھتے تھے (ترجمہ دعا) اے میرے رب! میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم فرما، میری کمزوری دور فرما، مجھے روزی عطا فرما اور مجھے بلند فرما۔

تکبیر کہہ کر دوسرا سجدہ کرنا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ... ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَهْوِي سَاجِدًا ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ.

(صحیح مسلم ج 1 ص 169 باب اثبات التكبير في كل خفض ورفع في الصلوة)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو قیام کرتے وقت تکبیر کہتے (اسی طرح دیگر اعمال میں تکبیر کہتے جاتے) پھر تکبیر کہتے جب سجدہ کے لئے جھکتے پھر جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے، پھر جب سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے۔

سجدہ میں چہرہ ہاتھوں کے درمیان ہو:

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ إِذَا سَجَدَ وَضَعَ وَجْهَهُ بَيْنَ كَفَيْهِ

(شرح معانی الآثار ج 1 ص 182 باب وضع اليدين في السجود اين ينبغي ان يكون)

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی، جب آپ سجدہ کرتے تھے تو اپنا چہرہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھتے۔

ہاتھوں کی انگلیوں کو ملانا:

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا سَجَدَ ضَمَّ أَصَابِعَهُ.

(صحیح ابن خزیمہ ج 1 ص 347 باب ضم اصابع الیدین فی السجود، رقم الحدیث 642، صحیح ابن حبان ص 593 ذکر ما يستحب للمصلی ضم الاصابع فی السجود، رقم الحدیث 1920)

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنی انگلیوں کو ملا لیتے تھے۔

ہاتھوں کی انگلیوں کا قبلہ رخ ہونا:

1: قَالَ أَبُو حَمِيدٍ السَّاعِدِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَا كُنْتُ أَحْفَظُكُمْ لِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُهُ إِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ حَذَاءَ مَنْكِبَيْهِ... فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضِهِمَا وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِهِ الْقِبْلَةَ.

(صحیح ابن خزیمہ ج 1 ص 347 باب استقبال اطراف اصابع الیدین من القبلة فی السجود، رقم الحدیث 643)

ترجمہ: حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب تکبیر کہتے تو اپنے ہاتھوں کو کندھوں کے برابر کر لیتے۔ پھر جب سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھوں کو اس طرح زمین پر رکھ دیتے کہ نہ انہیں خوب پھیلاتے اور نہ ہی ان کو سکیڑتے (بلکہ اعتدال سے رکھتے) اور انگلیوں کو قبلہ کی جانب کر دیتے تھے۔

2: عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ صَلَّيْتُ إِلَى جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَفَرَّجْتُ بَيْنَ أَصَابِعِي حِينَ سَجَدْتُ فَقَالَ يَا ابْنَ أَخِي أَضْمُمُ أَصَابِعَكَ إِذَا سَجَدْتَ وَاسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَاسْتَقْبِلْ بِالْكَفَّيْنِ الْقِبْلَةَ فَأَمَّهُمَا يَسْجُدَانِ مَعَ الْوَجْهِ.

(مصنف عبد الرزاق ج 2 ص 112 باب السجود، رقم الحدیث 2938)

ترجمہ: حضرت حفص بن عاصم رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں: ”میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی جب میں نے سجدہ کیا تو اپنی انگلیوں کو کشادہ کیا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اے بھتیجے! جب سجدہ کرو تو اپنی انگلیوں کو ملاو اور انہیں قبلہ کی طرف کر لیا کرو اور اپنی ہتھیلیوں کو بھی قبلہ کی طرف کیا کرو کیونکہ یہ بھی چہرے کے ساتھ سجدہ کرتی ہیں۔“

پاؤں کی ایڑیاں ملانا:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَقَدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ مَعِيَ عَلَى فِرَاشِي فَوَجَدْتُهُ سَاجِدًا رَاصًا عَقِبَيْهِ مُسْتَقْبِلًا بِأَطْرَافِ أَصَابِعِهِ الْقِبْلَةَ۔

(صحیح ابن خزیمہ ج 1 ص 351 باب ضم العقبین فی السجود، رقم الحدیث 654، صحیح ابن حبان ص 595 باب ذکر ما يستحب للمصلي ان يتعوذ برضاء الله...، رقم الحدیث 1932)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”میں نے ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا حالانکہ آپ میرے ساتھ میرے بستر پر تھے پھر میں نے آپ کو اس حالت میں پایا کہ آپ سجدہ کر رہے تھے اور اپنی ایڑیوں کو ملا کر انگلیوں کا رخ قبلہ کی جانب کئے ہوئے تھے۔“

پاؤں کی انگلیوں کا قبلہ رخ ہونا:

عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَكُنْتُ أَحْفَظُكُمْ لِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُهُ إِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ... وَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضِهِمَا وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِهِ الْقِبْلَةَ۔

(صحیح البخاری ج 1 ص 114 باب سنة الجلوس فی التشہد)

ترجمہ: حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب تکبیر کہتے تو اپنے ہاتھوں کو کندھے کے برابر کر لیتے۔ پھر جب سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھوں کو اس طرح زمین پر رکھتے کہ نہ انہیں پھیلاتے نہ سیڑتے اور پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ کی جانب کر دیتے تھے۔

کہنیاں؛ پہلو سے جدار کھنا :

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلَّى فَرَجَّ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتَّى يَبْدُوَ بَيَاضُ إِبْطِيهِ... وَفِي رِوَايَةٍ... وَبِجَانِبِي عَنْ جَنْبَيْهِ.

(صحیح البخاری ج 1 ص 112 باب یدی ضبعیہ و بیجا فی فی السجود ، صحیح ابن خزيمة ج 1 ص 349 باب التجا فی فی السجود، رقم الحدیث 648)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مالک ابن بحینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تو اپنے بازو کشادہ رکھتے حتیٰ کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہوتی تھی اور ایک روایت میں ہے کہ اپنے بازو پہلو سے جدار کھتے تھے۔“

کہنیاں زمین پر نہ پھیلانا:

1: عَنْ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدْتَ فَضَعْ كَفَّيْكَ وَارْفَعْ مِرْفَقَيْكَ.

(صحیح مسلم ج 1 ص 194 باب الاعتدال فی السجود ووضع الکفین علی الارض)

ترجمہ:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وسلم نے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنے ہاتھوں کو (زمین پر) رکھو اور اپنی کہنیوں کو اوپر اٹھا لیا کرو۔

2: عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اعْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ وَلَا يَسْطُ أَحَدُكُمْ ذِرَاعِيَهُ إِنْ سَاطَ الْكَلْبُ۔

(بخاری ج 1 ص 113 باب لا یفتش ذراعیه فی السجود، جامع الترمذی ج 1 ص 63 باب ما جاء فی الاعتدال فی السجود)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سجدوں میں اعتدال اختیار کرو اور کوئی اپنے بازو کے کی طرح زمین پر نہ بچھائے۔“

سرین اوپر اٹھا کر سجدہ کرنا:

عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ وَصَفَ لَنَا الْبَرَاءُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ السُّجُودَ فَوَضَعَ يَدَيْهِ بِالْأَرْضِ وَرَفَعَ عَجِيَّتَهُ وَقَالَ هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ۔

(سنن النسائی ج 1 ص 166 باب صفة السجود، سنن ابی داؤد ج 1 ص 137 باب صفة السجود)

ترجمہ: حضرت ابو اسحاق فرماتے ہیں: ”حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے ہمیں سجدہ کرنے کا طریقہ بتایا تو اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھا اور اپنی سرین کو اوپر اٹھایا اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔“

سجدہ میں جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین نہ کرنا:

1: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ... وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذَلِكَ

فِي السُّجُودِ... وَفِي رَوَايَةٍ... وَلَا يَفْعَلُ ذَلِكَ حِينَ يَسْجُدُ وَلَا حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنْ السُّجُودِ وَفِي رَوَايَةٍ وَلَا يَرْفَعُهَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ.

(صحیح البخاری ج 1 ص 102 باب رفع الیدین فی التکبیر الاولی مع الافتتاح سواء غیره، صحیح مسلم ج 1 ص 168 باب استحباب رفع الیدین حذو المنکبین مع تکبیر الاحرام)

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تھے تو کندھوں تک رفع یدین کرتے تھے اور سجدوں میں ایسا نہیں کرتے تھے ایک روایت میں ہے کہ جب سجدہ کرتے تو ایسا نہ کرتے تھے اور نہ ہی جب سجدہ سے سر اٹھاتے اور ایک روایت میں ہے کہ دو سجدوں کے درمیان رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

2: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاطِيَ بِهِمَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ حَذَوُ مَنْكِبَيْهِ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ وَبَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ لَا يَرْفَعُهَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ وَلَا يَرْفَعُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ.

(صحیح ابی عوانہ ج 1 ص 334 باب رفع الیدین فی افتتاح الصلوۃ۔۔، رقم الحدیث 1251)

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں: ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے تو رکوع سے سر اٹھانے کے بعد رفع یدین نہ کرتے تھے اور نہ ہی سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے تھے۔“

تذکرۃ المحدثین:

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ

مولانا محمد اکمل راجنپوری

حضرت ابوسعید سعد بن مالک بن سنان خدری رضی اللہ عنہما کا شمار ان اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے جو اپنے زمانے کے جہاں علم سمجھے جاتے تھے اور انہی کے چشمہ فیض سے متلاشیانِ علوم نبوت نے اپنی پیاس بجھائی۔
غربت اور زمانہ طالبعلمی:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ابتداءً مالی اعتبار سے کمزور اصحاب رسول کی صف میں شامل تھے، کیونکہ آپ کے والد مالک بن سنان رضی اللہ عنہ جنگ احد میں شہید ہوئے تو پیچھے کوئی جائیداد نہیں چھوڑی، جس کی وجہ سے آپ پر فاقہ اور پیٹ پر پتھر باندھنے کی نوبت آ پڑی لیکن تھوڑے دنوں بعد اللہ تعالیٰ نے علوم دین کے ساتھ ساتھ مال و دولت سے بھی نوازا دیا۔

اپنے زمانہ طالبعلمی کی حالت بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید کی کلاس تھی، قاری صاحب قراءت کر رہے تھے۔ اسی دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ ہم مالی اعتبار سے کمزور تھے۔۔۔ کپڑے نہ ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کی آڑ میں چھپ چھپ کر بیٹھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا کہ لوگ حلقہ کی شکل میں بیٹھیں چنانچہ سب حلقہ باندھ کر بیٹھ گئے۔ (مسند احمد ج 3 ص 63)

حلقہ درس:

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ علوم نبوی کے بحر بیکر اس تھے۔ آپ نے زیادہ تر اپنی زندگی علم حدیث اور فقہ کی اشاعت کے لیے وقف کر دی تھی، جس کی وجہ سے آپ کے حلقہ درس میں ہر وقت لوگوں کا ہجوم رہتا تھا۔ اگر کسی کو کوئی خاص مسئلہ پوچھنا ہو تا تو دیر بعد موقع ملتا۔ (مسند احمد ج 3 ص 35)

درس کے مخصوص اوقات کے علاوہ اگر کوئی سائل کچھ پوچھنا چاہتا تو جواب سے نواز دیتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹے علی اور غلام عکرمہ کو بھیجا کہ ابوسعید رضی اللہ عنہ سے حدیث مبارک سن کر آؤ۔ اس وقت آپ باغ میں تھے۔ ان حضرات کو دیکھ کر ان کے پاس آکر بیٹھے اور حدیث بھی بیان فرمائی۔ (مسند احمد ج 3 ص 91، 90)

احتیاط فی الحدیث:

سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ علوم نبوی کی اشاعت کے حلقے لگاتے، لیکن ایک بات کا خاص خیال رکھتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات آپ کے الفاظ میں ہی بیان کیے جائیں۔ اگر کسی حدیث کے الفاظ پر اعتماد نہ ہو تا تو اس کے بیان کرنے میں احتیاط کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حدیث بیان کی لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک نہیں لیا تو ایک آدمی نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا: میں بھی جانتا ہوں۔ (مسند احمد ج 3 ص 29)

سماع حدیث کے متعلق سوال و جواب:

1: حضرت عبداللہ بن عمر نے کسی آدمی سے حضرت ابوسعید خدری کے واسطے

سے حدیث سنی تو ان کو آپ کے دربار میں لائے اور پوچھا: اس نے فلاں حدیث آپ سے سنی ہے اور کیا آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی تھی؟ تو آپ نے فرمایا: میری آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے سنا۔ (مسند احمد ج 10 ص 13، رقم 10948)

2: حضرت قرعہ رحمہ اللہ کو (آپ کی بیان کردہ احادیث میں سے) ایک حدیث بہت پسند آئی انہوں بڑھ کر پوچھا: کیا آپ نے رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو سنا تھا؟ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو ان کے اس سوال پر غصہ آگیا، فرمایا: ”تو کیا میں بے سنے بیان کر رہا ہوں؟! ہاں میں نے سنا تھا۔“

حق گوئی آپ کا شعار تھی:

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو حق گوئی کی تاکید کرتے سنا تھا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی فرمان کو سامنے رکھ کر حق گوئی کو اپنا شعار بنالیا تھا۔ جب کبھی حق بات کہنے کا موقع ملتا تو اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر کہہ دیتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ مروان بن حکم نے عید کے دن منبر نکلوا یا اور نماز سے پہلے خطبہ پڑھا، ایک شخص نے اٹھ کر ٹوکا اور منع کیا کہ یہ دونوں باتیں خلاف سنت ہیں۔ مروان نے جواب دیا: پہلا طریقہ متروک ہو چکا ہے۔ اس پر حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چاہے کچھ بھی ہو مگر اس نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ (مسند احمد: رقم 11015)

اسی طرح ایک مرتبہ آپ نے فضیلت صحابہ کی حدیث سنائی تو مروان بولا: کیا جکتے ہو؟ اسی مجلس میں حضرت زید بن ثابت اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہما بھی بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان سے پوچھ لو۔ کچھ

اور باتیں بھی ہوئیں تو مروان نے مارنے کے لیے درہ اٹھایا تو حضرت زید اور رافع رضی اللہ عنہما نے ان کی بات کی تصدیق کی۔ (مسند احمد ج 3 ص 33)

متواضع شخصیت:

آپ رضی اللہ عنہ کی شخصیت بہت ہی متواضع تھی۔ حضرت ابو سلمہ رحمہ اللہ جو آپ کے شاگرد رشید اور تابعی تھے، ان سے آپ کا دوستانہ تعلق تھا۔ ایک مرتبہ انہوں نے آواز دی تو آپ چادر اوڑھے نکل آئے۔ ابو سلمہ نے کہا: ذرا باغ تک چلیے، آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ چنانچہ آپ ان کے ساتھ چلے گئے۔ (مسند احمد ج 3 ص 18)

تعداد مرویات:

- 1: امام ابو عمر یوسف بن عبد البر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: آپ کا شمار ان علماء میں ہوتا ہے جن کو کثرت سے احادیث یاد تھیں۔ [الاستیعاب کے ص 804]
- 2: علامہ ذہبی نے آپ کی مرویات کی تعداد 1170 بتائی ہے۔ [السیر: ج 4 ص 88]

چند مرویات:

- 1: موسم گرما میں نماز ظہر کا مسنون وقت: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں: ابردوا بالظہر فان شدة الحر من فيح جهنم (صحیح بخاری ج 1 ص 77) کہ نماز ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھو، کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے سانس لینے کی وجہ سے ہے۔

- 2: نماز کے اوقات ممنوعہ: ان کے متعلق جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا صلوة بعد الصبح حتی ترتفع الشمس ولا صلوة بعد العصر حتی تغيب الشمس۔ (صحیح بخاری ج 1 ص 83، 82)

کہ صبح کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک سورج بلند ہو جائے اور عصر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے۔

3: مرد و عورت کی نماز میں فرق: آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو حکم فرماتے تھے کہ سجدے میں (اپنی رانوں کو پیٹ سے) جدا رکھیں اور عورتوں کو حکم فرماتے تھے کہ خوب سمٹ کر (یعنی رانوں کو پیٹ سے ملا کر) سجدہ کریں۔ نیز مردوں کو یہ بھی حکم فرماتے تھے کہ تشہد میں بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھیں اور دایاں پاؤں کھڑا رکھیں اور عورتوں کو حکم فرماتے تھے کہ چہار زانوں بیٹھیں۔ (السنن الکبریٰ بیہقی ج 2 ص 222، 223)

4: قرآن مجید سے جھاڑ پھونک اور دم کرنے کی اجرت لینے کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تبسم اور تائید: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر ایک آدمی کو 30 بکریاں بطور اجرت لے کر سورۃ الفاتحہ پڑھ کر دم کیا۔ بکریاں لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ سنایا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پورا قصہ سن کر مسکرائے اور فرمایا: تم نے ٹھیک کیا، اس کو تقسیم کر لو اور میرا حصہ بھی نکالنا۔ (صحیح بخاری کتاب الاجارہ)

سن وفات اور مدفن:

علم و عمل کے پیکر سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بقول علامہ ذہبی رحمہ اللہ اپنی عمر عزیز کی 86 بہاریں اس دار الفناء میں گزار کر 74ھ میں جمعۃ المبارک کے دن دار البقاء کی طرف کوچ کر کے جنت البقیع میں نہ کنوۃ العروس کا مصداق بن گئے۔ (مسند احمد ج 3 ص 86)

امام العصر علامہ انور شاہ محدث کشمیری رحمہ اللہ

مولانا محمد عبداللہ معتم

تبحر علمی:

علامہ کشمیری کے علمی و عملی کمالات میں سے جو چیز آپ کو اقران واعیان میں ممتاز کرتی ہے وہ آپ کی جامعیت اور تبحر علمی ہے۔ عقلی اور شرعی علوم میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ اور شاید یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ علماء متقدمین میں سے ہر حیثیت سے ایسی جامع شخصیت شاذ و نادر ہی ملتی ہے۔ آپ سینکڑوں علماء و فضلاء کے مجمع میں بیٹھ کر ہر ایک علم و فن کے مسائل پر ایسی گفتگو فرماتے تھے گویا کہ تمام مسائل فن آپ کو مستحضر اور ازبر ہیں۔ حتیٰ کہ بعض دفعہ خیال ہوتا تھا کہ اپنے ارادہ سے کلام نہیں فرما رہے بلکہ واردات والہامات سے ارشاد فرما رہے ہیں۔ جب کسی مسئلہ میں کوئی دقت پیش آتی تو وہ حضرت علامہ سے مراجعت فرماتے تھے۔ امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ سے ایک مرتبہ حضرت کشمیری کے حالات پر تبصرہ کرنے کے لیے کہا گیا تو حضرت شاہ صاحب نے فرمایا: ”میرے جیسا کہ علم ان کے حالات کیا بیان کر سکتا ہے البتہ صرف اتنا کہہ سکتا ہوں صحابہ کا قافلہ جارہا تھا یہ پیچھے رہ گئے“

علامہ علی مصری حنبلی حافظ الحدیث ایک مرتبہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے آئے اور حضرت شاہ صاحب کے درس بخاری شریف میں بیٹھ گئے۔ حضرت شاہ

صاحب نے علامہ کی رعایت کرتے ہوئے بلینغ عربی میں تقریر فرمائی۔ علامہ نے سوالات کئے، ادھر سے جوابات دیئے گئے درس ختم ہوا تو علامہ صاحب نے سینکڑوں طلباء کے ہجوم میں فرمایا: میں نے عرب ممالک کا سفر کیا اکابر علماء سے ملاقتیں کیں خود مصر میں ساہا سال درس حدیث دے آیا ہوں میں نے شام سے لے کر مصر تک اس شان کا کوئی محدث اور عالم نہیں پایا۔ میں نے ان کو خاموش کرنے کی ہر طرح سے کوشش کی لیکن ان کے استحضار، حفظ و اتقان، ذکاوت و ذہانت اور وسعت نظر سے حیران رہ گیا اور آخر میں کہا: لو حلفت انہ اعلمہ بآی حنیفۃ لما حنثت۔ [اگر میں قسم کھاؤں کہہ علامہ کشمیری امام ابو حنیفہ کو سب سے زیادہ جانتے ہیں تو میں اس دعویٰ میں جھوٹا نہ ہوں گا۔] ہندوستانی علماء کو اعجام قرار دینے والے علامہ مصری کا یہ اعتراف اور تاثر حضرت شاہ صاحب کی علوشان، جامعیت اور تبحر علمی کی ایک مضبوط شہادت ہے۔

(بیس بڑے مسلمان)

حافظہ، ذکاوت، ذہانت:

حضرت علامہ کو قدرت نے بے نظیر حافظہ عطا فرمایا تھا، کسی ایک فن کے متعلق کسی کتاب کا مطالعہ فرماتے اور ساہا سال بعد اس کے متعلق کوئی بحث چھڑ جاتی تو اس کے مضمون کو من و عن اسی طرح نقل فرماتے جس طرح اصل کتاب کا ہوتا۔ شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب فرماتے تھے: ”جب میں کسی کتاب کا سرسری نظر سے مطالعہ کرتا ہوں اور اس کے مباحث کو محفوظ رکھنے کا ارادہ بھی نہیں ہوتا تب بھی 15 سال تک اس کے مضامین مجھے محفوظ ہو جاتے ہیں“

آپ کے قوت حافظہ کے متعلق مناظر احسن گیلانی کی یہ تحقیق قابل ذکر ہے: ”مجموعی طور پر حضرت شاہ صاحب کو کم سے کم 40، 50 ہزار عربی اشعار یاد تھے، جس وقت چاہتے ان میں سے سناسکتے“

آپ کا قوت حافظہ گویا ان منکرین حدیث کا جواب تھا جو محدثین کے حافظہ پر اعتقاد نہیں کرتے اور ذخیرہ احادیث کو مشتبہ قرار دیتے ہیں۔

فقہ حنفی اور حضرت شاہ صاحب:

حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ درس حدیث میں حضرت شاہ صاحب فرماتے تھے: میں نے اپنی زندگی کے 30 سال اس مقصد کے لیے صرف کیے ہیں کہ فقہ حنفی کے موافق حدیث کے بارے میں اطمینان حاصل کیا جائے۔ الحمد للہ اپنی محنت اور تحقیق کے بعد میں اس بارے میں مطمئن ہوں کہ فقہ حنفی حدیث کے مخالف نہیں، جس مسئلہ میں مخالفین احناف جس درجے کی حدیث سے استناد کرتے ہیں کم از کم اسی درجہ کی حدیث اس مسئلہ کے متعلق حنفی مسلک کی تائید میں ضرور موجود ہے اور جس مسئلہ میں حنفیہ کے پاس حدیث نہیں اجتہاد پر عمل کرتے ہیں وہاں دوسروں کے پاس بھی حدیث نہیں۔

تحریک ختم نبوت اور علامہ کشمیری رحمہ اللہ:

جس طرح ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے: إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً [النحل: 120] کہ ابراہیم علیہ السلام ذات کے لحاظ سے تو ایک فرد تھے لیکن کام کے اعتبار سے ایک امت کے برابر کام کیا۔ اسی طرح وارث انبیاء حضرت شاہ صاحب کی شخصیت تھی، انہوں نے بیک وقت مختلف محاذوں پر کام کیا۔ اپنے نور معرفت سے

تمام شعبہ ہائے زندگی میں پھیلی تاریکیوں کو اجالوں سے بدل دیا۔ اُس دور کا سب سے بڑا فتنہ دجال قادیان کی جھوٹی نبوت کا فتنہ تھا جس کے جال میں اسلامیان ہند کی ایک بڑی تعداد پھنس گئی تھی۔ حضرت شاہ صاحب نے ہر محاذ پر اس فتنے کی سرکوبی کے لیے تنگ و دو کی۔ علمی میدان میں آپ نے علماء کے لیے عربی، اردو، فارسی رسائل لکھے جو ردِ مرزائیت میں اصولی طور پر حرف آخر ہیں، عوامی سطح پر کام کرنے کے لیے مجلس احرار کو متوجہ کیا اور اس بارے میں لاہور انجمن خدام الدین کے جلسہ میں مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور انہیں ”امیر شریعت“ کے خطاب سے نوازا۔ دنیا جانتی ہے کہ مجلس احرار اسلام نے امیر شریعت کی قیادت میں ردِ مرزائیت پر جو کام کیا وہ سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔ علامہ اقبال رحمہ اللہ نے مرزائیت کے خلاف جتنی جدوجہد کی وہ حضرت شاہ صاحب کی توجہ کا اثر تھا۔ مرزائی مبلغ گلی گلی، قریہ قریہ پھیلے ہوئے تھے اور آئے دن اہل اسلام کو مناظروں کے چیلنج کرتے پھرتے تھے۔ حضرت شاہ صاحب نے پورے ملک میں جلسے کرائے اور مرزائیوں کو للکارا۔ اس مردِ آہن کی للکار سے مرزائی اپنے بلوں میں ایسے گھس گئے کہ پھر کبھی چہرہ نہ دکھایا۔ ردِ مرزائیت کے حوالے سے شاہ صاحب کے 2 معرکے مشہور ہیں۔ ایک فیروز پور کے مناظرے کا ایمان افروز منظر ہے جس سے مرزائیت پس منظر چلی گئی۔ بہت سے لوگ جو قادیانی دجل کا شکار ہو چکے تھے، دوبارہ مشرف باسلام ہو گئے اور دوسرا بہاولپور کا مقدمہ، جس میں حضرت نے عدالت میں قادیانیوں کے ارتداد پر عقلی و نقلی دلائل کا انبار لگا دیا، نتیجتاً مرزائیت نواز جج بھی مرزائیوں کو مرتد قرار دینے پر مجبور ہو گیا۔ (اس مناظرہ کی مفصل کاروائی ”حیات انور“ میں موجود ہے)

تصانیف:

تدریس اور تحریر کی مصروفیات کی وجہ سے حضرت شاہ صاحب نے تصنیف و تالیف کی طرف بہت کم توجہ دی، اس کے باوجود علمی اور دینی تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے بے نظیر رسائل تحریر فرمائے جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:

1. عقیدۃ الاسلام فی حیۃ عیسیٰ علیہ السلام
2. التصريح بما تواتر فی نزول المسیح
3. اکفار الملحدین فی ضروریات الدین
4. کشف الستر عن صلوة الوتر
5. ضرب الخاتم علی حدوث العالم
6. فصل الخطاب فی مسئلۃ ام الكتاب
7. بسط الیدین لنیل الفرقین
8. مرآة الطارم لحدوث العالم
9. ازالة الريب فی الذب عن قرۃ العینین

وفات حسرت آیات:

29 مئی 1933ء کو علم و عمل کا بے تاج بادشاہ (علامہ کشمیری رحمہ اللہ)

خاک کی چادر اوڑھ کر سو گیا۔ انا للہ وانا الیہ رجعون

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم!

تو نے وہ گنج ہائے نمایاں تھے، کیا کیے؟

اللہ کی نعمتیں اور ان پر شکر کی اہمیت

ترتیب و عنوانات: مفتی شبیر احمد حنفی حفظہ اللہ

6 ستمبر 2012 بروز جمعرات حضرت الشیخ متکلم اسلام حضرت مولانا محمد الیاس گھسن حفظہ اللہ نے خانقاہ اشرفیہ اختر یہ مرکز اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی سرگودھا میں منعقدہ ماہانہ مجلس ذکر سے خطاب فرمایا، جس میں اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں اور ان پر شکر کرنے کی اہمیت و ضرورت پر دلنشین گفتگو فرمائی۔ افادۂ عام کے لیے اس بیان کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

خطبہ مسنونہ:

قال الله تعالى: ﴿مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِن شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ وَكَانَ اللَّهُ

شَاكِرًا عَلِيمًا﴾ [النساء: 147]

اللہ رب العزت نے انسان کو اس قدر نعمتیں عطا فرمائی ہیں کہ ساری کائنات مل کر اس کو شمار کرنا چاہے تو شمار نہیں کر سکتی۔ یہ بات اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں خود فرمائی ہے: ﴿وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تَحْصُوهَا﴾ [ابراہیم: 34] اگر اللہ کی نعمتوں کو تم شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے۔

پہلی نعمت: ایمان

اللہ تعالیٰ نے جو ہمارے نعمتیں ہمیں عطا کی ہیں ان میں سب سے بڑی نعمت ”ایمان“ ہے۔ ایمان اتنی بڑی نعمت ہے آپ اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ قرآن کریم میں ہے: إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّ لَهُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَا تُقْبَلُ مِنْهُمْ [المائدہ: 36] قیامت کے دن اگر

پوری روئے زمین کو سونے سے بھر جائے اور کافر چاہے کہ میں یہ فدیہ میں دوں اور اتنا سونا مزید دوں اور میری جان چھوٹ جائے ایسا نہیں ہو گا۔

سونا کتنا مہنگا ہے لیکن اس دن بے قیمت ہو گا اور ایمان کی قیمت کیا ہو گی اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ ایسا شخص جس کے دل میں رتی برابر ایمان موجود ہے اللہ اس رتی برابر ایمان کی وجہ سے بندے کو جہنم سے نکال کر جنت میں بھیجے گا اور یہ تب ہو گا جب جہنم والے اہل ایمان کو طعنہ دیں گے کہ تم نے نبی کا کلمہ پڑھا تم خدا کی بات کہتے تھے آج تم بھی جہنم میں ہو ہم بھی جہنم میں تو تمہارے ایمان نے تمہیں کیا فائدہ دیا۔ اللہ کی غیرت کو جوش آئے گا۔ اللہ حکم دیں گے کہ جن کے دل میں رتی برابر بھی ایمان موجود ہے ان کو جہنم سے نکال کر جنت میں لے جایا جائے۔ یعنی ایک ذرہ ایمان کی قیمت روئے زمین کے برابر خلاء سونے سے بھی زیادہ ہے۔ یہ رتی برابر ایمان کی قیمت ہے۔ اللہ کے ولی کی قیمت کیا ہو گی، عالم کی قیمت کیا ہو گی، صحابی کی قیمت کیا ہو گی، انبیاء کی قیمت کی ہو گی، پھر خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیمت کیا ہو گی؟ کیوں کہ ایک رتی برابر ایمان کی قیمت آسمان اور زمین کے درمیان بھرے سونے سے زیادہ ہے اور دنیا میں جس کسی کو ایمان ملا ہے یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی برکت سے ملا ہے۔ حتیٰ کہ انبیاء کو بھی جو ایمان ملا ہے یہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ملا ہے۔ اس پر قرآن کریم کی آیت گواہ ہے۔
وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ

(آل عمران: 81)

تو انبیاء علیہم السلام کو حکم ہے کہ تمہیں بھی ایمان اس پیغمبر پر لانا ہے۔ جس پر آدمی

ایمان لائے اس کا ایمان اصل ہوتا ہے اور جو ایمان لائے اس ایمان فرع ہوتا ہے۔ تو انبیاء کا ایمان بھی فرع ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان کی۔

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی توجیہ: قاسم العلوم والخیرات، بانی دارالعلوم دیوبند

مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی معروف کتاب ہے ”تخذیر الناس“۔ اس میں ارشاد فرماتے ہیں اور ایسی دقیق اور باریک بات شاید کہ کم لوگوں نے لکھی ہو، فرمایا: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ۔

[الاحزاب: 40]

اللہ رب العزت نے فرمایا کہ میرا پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی نوجوان کا جسمانی باپ تو نہیں ہے لیکن روحانی باپ ہے اور روحانی باپ کس کا ہے؟ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ فرما کر بتایا کہ انبیاء کا روحانی باپ ہے۔ فرمایا کہ ”رسول اللہ“ کا مطلب ہر بندے نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھا ہے اور ”خاتم النبیین“ کا معنی ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت میں اصل ہیں اور باقی انبیاء ان کے تابع ہیں۔ تو جب نبوت میں اصل ہے تو ایمان میں بھی اصل ہیں اور باقی انبیاء کا ایمان فرع ہے۔ اب مولانا نانوتوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس طرح آپ ایمان میں اصل اور باقی ایمان میں فرع ہیں تو پھر یوں کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے نبی کا ایمان اصل ہے اور باقی انبیاء کا ایمان نسل ہے۔ نسل اولاد ہوتی ہے تو باقی انبیاء اولاد ہیں ہمارے نبی ان کے بھی باپ ہیں۔ [سبحان اللہ۔ سامعین]

اللہ ہمیں اکابر کے علوم پڑھنے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ایمان کی قیمت: میں عرض یہ کر رہا تھا کہ ایمان اتنی قیمتی نعمت ہے جو خدا نے بغیر

محنت کے عطا فرمائی ہے، بتاؤ کتنا خدا کا احسان ہے اور یہ آج سمجھ میں نہیں آئے گی، یہ موت کے بعد قیامت کے دن سمجھ میں آئے گی جب کافر حسرت سے کہے گا: زُجْمًا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ [الحجر: 2] کہ اے کاش میں نام کا ہی مسلمان ہوتا۔ آج لوگ کہتے ہیں کیا ایمان ہے؟ نام کے مسلمان ہیں۔ اس نام کے مسلمان کو بھی غنیمت سمجھو اور اس دور سے بچو جب یہ نام کا مسلمان بھی نہیں ہو گا۔ آپ حضرات نے احادیث مبارکہ سنی ہے اور کسی کو یاد بھی ہو گی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَقْوُمُ السَّاعَةُ حَتَّى يُقَالَ فِي الْأَرْضِ: اللَّهُ اللَّهُ [مسند البزار: 6980]

ایک شخص بھی اس زمین پہ اللہ اللہ کرنے والا موجود ہو گا تو قیامت نہیں آئے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جتنا بھی کائنات کا نظام چلتا ہے یہ اللہ اللہ اور ایمان کی برکت سے چلتا ہے۔ اب بتاؤ ایمان کتنا قیمتی ہے؟ جس دن اس زمین سے ایمان والے اٹھ جائیں گے۔ نہ سورج رہے گا، نہ چاند رہے گا، نہ آسمان ہو گا، نہ زمین ہو گی، نہ زمین کا نظام ہو گا۔ تمام چیزوں کو مٹا دیا جائے گا چونکہ ایمان والا دنیا میں موجود نہیں ہے۔ میں اس لیے ایک بات عرض کرتا ہوں کہ اللہ دنیا دار کو بھی اور اہل کفر کو بھی یہ بات سمجھا دے کہ آج دنیا دار عیاشی کرتا ہے، بڑی بڑی گاڑیوں پر گھومتا ہے، بڑے بنگلوں میں رہتا ہے، بڑے کاروبار اور بزنس چلاتا ہے، بڑے بڑے جہازوں پر سفر کرتا ہے، جہازوں اور کمپنیوں کا مالک ہے، یہ ساری برکت اسی مسکین کے ایمان کے ہے۔ جس دن یہ ایمان والا مسکین ختم ہو جائے گا تو پورا نظام برباد ہو گا۔

”ایمان“ حفاظت و ثبات قدمی کا ذریعہ: قرآن کریم میں اللہ رب العزت فرماتے

هَيْسَ يُشْهِدُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ [ابراہیم: 27]

اللہ اس کلمہ ایمان کی وجہ سے دنیا میں بھی انسان کو محفوظ رکھتے ہیں اور قبر میں بھی محفوظ رکھتے ہیں۔ تو دنیا میں بھی حفاظت ایمان کی وجہ سے ہے اور قبر میں بھی ثابت قدمی اسی ایمان کی وجہ سے ہوگی۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب انسان قبر میں جاتا ہے تو روح کو لوٹا دیا جاتا ہے، اللہ کا فرشتہ اس سے پوچھتا ہے: من ربک؟ من نبیک؟ ما دینک؟ [سنن ابی داود: 4755]
بتاؤ تمہارا رب کون ہے؟ بتاؤ تمہارا نبی کون ہے؟ بتاؤ تمہارا دین کیا ہے؟ جس نے جواب دے دیا تو اللہ نے فرمایا: یُثَبِّتُ اللہُ الَّذِینَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَیَاةِ الدُّنْیَا وَفِی الْآخِرَةِ [ابراہیم: 27] کہ جس کا کلمہ ٹھیک ہے اللہ اس کو قبر میں ثابت قدم رکھیں گے، یعنی اللہ اس کو قبر میں عذاب سے محفوظ رکھیں گے۔

ایک نکتہ: میں ایک نکتہ عرض کرنے لگا ہوں۔ بتاؤ! قبر میں کتنے سوال ہیں؟
[تین۔ سامعین] ۱: تمہارا رب کون؟ ۲: تمہارا نبی کون ہے؟ ۳: تمہارا دین کیا ہے؟

کیا فرشتہ یہ پوچھتا ہے: ”تو نے نماز پڑھی ہے یا نہیں؟“، ”روزے رکھے ہیں یا نہیں؟“ سوال تین کرتا ہے اور اجمالی حساب کتاب ہے، تفصیلی حساب کتاب اور سوالات و جوابات حشر کے وقت ہوں گے۔ یہ بات میں اس لیے عرض کرتا ہوں کہ جب بھی کوئی بات کرو تو لوگ کہتے ہیں: اس کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا کوئی قبر میں سوال جواب ہوگا؟ اسے کہو: پھر تو نماز بھی چھوڑ دو، کیا قبر میں سوال جواب ہوگا؟ یہ نئی منطق بد عقیدہ لوگوں نے اس لیے پیش کی ہے تاکہ اپنا غلط عقیدہ بیان کرتے رہیں گے اور جب آپ ان کے عقیدہ پر چوٹ ماریں گے اور صحیح عقیدہ بیان کریں گے تو

پروپیگنڈا کریں گے: اس مسئلہ کا کون سا قبر میں ہو گا؟ کیا تم نے نئی بخشش چھیڑ دی ہیں۔ اس گمراہ سے پوچھو: جب تو نے چھیڑی تھیں تب قبر میں سوال و جواب ہونا تھا اور جب ہم نے جواب دیا ہے اب فوراً منطق بدل لی ہے کہ اس کا کون سا قبر میں سوال و جواب ہونا ہے

عقیدہ عذاب قبر: خیر میں عرض یہ کر رہا تھا کہ ایمان کی وجہ سے اللہ رب العزت عذاب قبر سے محفوظ رکھیں گے۔ ہمارا اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے جس قبر میں میت کو دفن کرتے ہیں اسی قبر میں اگر دنیا میں نیک ہو تو ثواب ہوتا ہے اور اگر یہ برا تھا تو اس کو عذاب ہوتا ہے۔

عذاب قبر ہمیں نظر آئے یا نہ آئے ہر حال میں ماننا ہے۔ یُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ بھی اسی لیے ہے کہ نظر آئے تب بھی مانتے ہیں اور نظر نہ آئے تب بھی مانتے ہیں۔ بعض لوگ گمراہ کرنے کے لیے کہتے ہیں: اگر کسی آدمی کو جانور وغیرہ نے کھالیا تو اس کی قبر کدھر ہے، اور ایک آدمی دریا کے اندر گر اس کی قبر کدھر ہے، ہندو میت کو جلاتے ہیں اور جلا کر راکھ کو بہا دیتے ہیں۔ اب اس کو عذاب کدھر ہو گا؟ اس کا مطلب اس کو عذاب نہیں ہو گا۔ ہم نے کہا: دھوکہ مت دو، قبر کہتے ہیں میت اور اجزاء میت کے مقرر کو، جہاں میت خود ہوتی ہے اس کا نام قبر ہے اور جہاں میت کے اجزاء ہوتے ہیں اس کا نام بھی قبر ہے۔ اگر درندوں نے کھالیا ہے میت کے اجزاء جہاں کہیں گئے ہیں وہیں قبر بنتی ہے۔ اگر اسکو جلا دیا ہے جہاں جہاں اس کے ذرے ہیں وہیں اس کی قبر ہے۔ اگر پانی میں گر کر گل سڑ گیا وہیں اس کی قبر ہے۔ اللہ اس کے ساتھ روح کا تعلق قائم کرتا ہے۔ جسم کے ذروں کے ساتھ روح کا تعلق کون کرتا ہے؟ [اللہ۔ سامعین] کہتے

ہیں: ”یہ توحیدی ہیں“، جو اللہ کی طرف سے روح کا اجزاء کے ساتھ تعلق کو بھی نہیں مانتا یہ کیسا توحیدی ہے؟ توحید والے تو وہ ہیں جن کو سمجھ میں نہیں آتا پھر بھی مانتے ہیں۔

ایک سوال کا جواب: میں سفر میں تھا۔ ایک بندے نے بڑا معقول سوال کیا

اور ہماری یہ عادت ہے کہ جو معقول سوال کرتا ہے تو ہم شاباش بھی دیتے ہیں اور جو معقول نہیں کرتا تو اس کی درگت بھی بناتے ہیں۔ اس بندے نے مجھے کہا: بسا اوقات ہم دیکھتے ہیں بندہ قبر میں موجود ہے، کبھی مٹی گر گئی ہے یا اینٹ گر گئی ہے یا کوئی مسئلہ بنا ہے تو ہم نے دیکھا اور میت کو ہاتھ لگایا میت کو کچھ بھی نہیں ہو رہا ہے، اگر عذاب ہوتا تو بندے کو محسوس تو ہوتا۔ ایک بندے نے کہا: اگر ایک انسان جس کو درندے نے کھالیا تو پھر اس کی قبر اس جانور کے پیٹ میں بنی ہے تو پھر جب کافر کو عذاب ہو گا تو پھر جانور کو بھی ہونا چاہیے، جانور تو بالکل ٹھیک ٹھاک ہے۔ اگر اس کو عذاب ہوتا تو جانور کے پیٹ کو تو آگ لگ جانی چاہیے تھی حالانکہ اس کو کچھ بھی نہیں ہوتا۔ پھر کیسے مانیں کہ اس کو عذاب ہو رہا ہے، اس لیے پتہ چلا کہ آدمی کو اسی قبر میں عذاب و ثواب نہیں ہوتا ہے۔ میں نے کہا: کبھی آپ کے پیٹ میں یا سر میں درد بھی ہوا ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ میں نے کہا: جب آپ کے پیٹ میں درد ہوتا ہے تو اوپر کے چمڑے کو درد ہوتا ہے یا اندر ہوتا ہے؟ کہا: اندر ہوتا ہے۔ میں نے کہا: پھر ثابت ہوا کہ درد

اندر ہوتا ہے اور چمڑے کے باہر نہیں ہوتا۔ ایک آدمی کہتا ہے: مجھے سخت گرمی لگ رہی ہے، جگ پانی پی لیا لیکن پیاس نہیں بجھ رہی، اندر جل رہا ہے۔ لیکن باہر دیکھو تو کچھ بھی نہیں ہوتا۔ دیکھو ہڈی اندر ٹوٹی ہوتی ہے اور اندر درد ہے لیکن باہر چمڑے پر کچھ

بھی نہیں ہے۔ دل کا آپریشن ہو رہا ہے، دل کے والو ختم ہو گئے ہیں، دل پھٹ رہا ہے۔ اندر درد ہے اوپر دیکھو تو کچھ بھی نہیں ہے۔ تو میں نے کہا: جس طرح جسم کے اندر درد ہو اور باہر کچھ بھی نہیں ہوتا اسی طرح جانور کے جسم کے اندر تو میت کو عذاب ہوتا ہے لیکن جانور کو کچھ بھی نہیں ہوتا۔

اس لیے ہم کہتے ہیں کبھی کوئی بندہ آپ کے سامنے سوال کرے اور عقیدہ کو خراب کرنے کی کوشش کرے تو آپ مرکز [اہل السنة و الجماعة 87 جنوبی سرگودھا] سے رابطہ ضرور فرمائیں، آپ سوالات کے جوابات مل جایا کریں گے۔ آپ اللہ کا شکر ادا کریں کہ اللہ نے آپ کو مرکز اہل السنة و الجماعة جیسا ادارہ عطا فرمایا ہے۔ کسی مسئلہ پر الجھن ہو ہم اور ہماری ٹیم موجود ہیں، مسئلہ لاؤ اور جواب لو۔ دنیا بھر میں آپ تلاش کریں۔ میں تحدیث بالنعمة کے طور پر کہتا ہوں۔ کہ شاید آپ کو ایسا ادارہ نہ ملے۔ یہاں ہم 24 گھنٹے بیٹھے ہیں آپ کے شبہات دور کرنے کے لیے۔

ایک اہم اصول: یہ میری بات بطور اصول کے نوٹ فرمائیں:

شیطان جب بھی گمراہ کرتا ہے تو اس کے گمراہ کرنے کے دو ہی طریقے ہوتے ہیں؛ ۱: شبہات، ۲: شہوات

شبہات ایمانیات میں اور شہوات اعمال میں پیدا کرتا ہے۔

ایمانیات میں شبہات کا مطلب یہ ہے کہ عقیدہ کو خراب کرے گا، اس میں شبہ ڈالا جائے گا، ختم نبوت کا انکار کرائے گا، صحابہ کرام سے دور کرائے گا، کبھی قرآن پر شبہ، کبھی علم پر شبہ، کبھی قبر پر شبہ، کبھی آخرت پر شبہ۔ ایسے شبہات پیدا کرتا ہے کہ بندے کا ایمان متزلزل ہو جاتا ہے۔

اعمال میں شہوات ڈالتا ہے۔ شہوت کا معنی صرف یہ نہیں کہ آدمی بدکاری کرے بلکہ ہر قسم کی شہوت ہے، زبان کی الگ ہے، آنکھ کی الگ ہے، پیٹ کی الگ ہے۔ شہوت کا معنی خواہشات کی پیروی کرنا ہے۔ آدمی سویا ہوا ہے، رات کو تھکا ہوا تھا، اب فجر کا وقت ہوا، دل چاہتا ہے نماز نہ پڑھے اسی کو شہوت کہتے ہیں۔

اور میری یہ بات پلے باندھ لو۔ آدمی شبہات سے بھی تب بچتا ہے جب اہل فن سے رابطہ ہو اور آدمی شہوات سے بھی تب بچتا ہے جب اہل فن سے رابطہ ہو۔ ورنہ شبہات سے بھی نہیں بچتا اور شہوات سے بھی نہیں بچتا۔

اہل فن سے رابطہ کی نوعیت: رابطہ عقیدت کے ساتھ ہو، رابطہ چیک کرنے کے لیے نہ ہو۔ بعض لوگ عقیدت سے رابطہ نہیں کرتے وہ چیک کرنے کے لیے رابطہ کرتے ہیں کہ دیکھیں جواب کیسا ملتا ہے؟

آج ہمارے ہاں کچھ حضرات تشریف لائے تھے ایک جگہ سے، ان کو خطیب اور امام چاہیے تھا۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے، ہم خطیب دے دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا: ان کو جمعہ کے دن بھیج دیں۔ میں نے کہا: ان چیک کرنا ہے؟ کہتے ہیں: جی ہاں۔ میں نے کہا: میں نہیں بھیجتا، کسی اور جگہ سے تلاش کر لیں۔ خطیب کو چیک کرنا تمہارا کام نہیں وہ ہمارا کام ہے۔ جو ہم دیں گے وہ آپ کو رکھنا پڑے گا پسند آئے تب بھی اور نہ پسند آئے تب بھی، رزلٹ آپ اچھا ملے گا۔ میں اس کو عالم کی توہین سمجھتا ہوں ایک کمیٹی بیٹھی ہے۔ ایک جمعہ ایک مولوی صاحب تقریر کرتا ہے، پھر دوسرے جمعہ دوسرا اور تیسرے جمعہ تیسرا۔ کمیٹی چیک کرنے کے لیے بیٹھی ہے کہ مولانا صاحب بیان کیسے کرتے ہیں؟! تم عالم کا علم کیسے چیک کرو گے!؟

پھر وہ مجھے کہنے لگے: آپ کا کیا خیال ہے؟ میں نے کہا: ہم سے خطیب نہ مانگو، ہم سے انسان مانگو۔ ہم تمہیں خطیب نہیں دیں گے ہم تمہیں انسان دیں گے، ہمارے ہاں انسانیت بھی ہوتی ہے خطابت خود بخود آ جاتی ہے۔ پھر میں نے ان کو تھوڑی سی بات سمجھائی اور ان کو بات سمجھ آ گئی۔

حضرت امیر شریعت کا ایک واقعہ: امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری [اللہ ان کی قبر پر کروڑوں مرتبہ رحمت نازل فرمائے] ان کے پاس ملتان میں کچھ لوگ امام اور خطیب لینے کے لیے آئے اور کہنے لگے: امام ایسا ہو جو خوبصورت ہو، شکل اس کی اچھی ہو اور آواز بھی اس کی اچھی ہو۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا: اور؟ کہنے لگے: لالچی بھی نہ ہو، لوگوں کے پیسوں پر بھی نظر نہ کرے، بے لوث کام کرے۔ شاہ جی نے فرمایا: اور؟ وہ بیان کرتے رہے شاہ جی سنتے رہے۔ پھر شاہ جی نے فرمایا: تمہیں مولوی چاہیے یا نبی چاہیے؟ میں نے تو جیلیں کاٹیں ہیں، ماریں کھائی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ”انا خاتم النبیین لا نبی بعدی“ [جامع الترمذی: 2219] پر اور تم مجھ سے نبی کا تقاضا کرتے ہو؟۔ یہ صفتیں تو نبیوں کی ہیں مولویوں کی نہیں۔ میں جو مولوی سمجھوں گا وہ تم سے پیسے بھی لے گا اور تنخواہ بھی لے گا، بے لوث کام نہیں کرے گا۔ مولوی کی بات اور ہوتی ہے نبوت کی بات اور ہوتی ہے۔

حضرت جالندھری رحمہ اللہ کا واقعہ: حضرت مولانا محمد علی جالندھری عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ تھے۔ بڑی عجیب بات فرمائی، فرمایا: آج جب ہم مرزا قادیانی ملعون مرتد، کذاب، دجال کی ذات پر اعتراض کرتے ہیں کہ وہ شراب پیتا تھا، زنا کرتا تھا، رات کو عورتوں سے خلوت میں ٹانگیں دبواتا تھا، وہ بہت بے ایمان تھا، وہ

دن میں سو سو بار پیشاب کرتا تھا، انگریز کا ایجنٹ اور حامی تھا۔ تو پھر کالج کا نوجوان طبقہ اور پروفیسر طبقہ جن کے پاس علم تو ہوتا ہے لیکن دین کا درد نہیں ہوتا، وہ کہتے ہیں: مولانا صاحب! آپ اس کے مسئلہ پر اٹیک کرو، اس کی ذات پر اٹیک نہ کرو، کسی کی ذات پر اٹیک کرنا ٹھیک نہیں ہوتا۔ مولانا نے بڑا پیارا جواب دیا، فرمایا: مرزا غلام احمد قادیانی مدعی مولویت نہیں تھا، وہ مدعی نبوت تھا۔ اس نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں مولوی ہوں، اس نے کہا تھا: میں نبی ہوں اور نبی کا معاملہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت بعد میں فرمایا پہلے یہ فرمایا: اے اہل مکہ! البست فیکم عمر امیں نے تمہارے اندر 40 سال کی زندگی کا عرصہ گزارا ہے، ہل وجدتمونی صادقاً ام کاذباً؟ بتاؤ! تم نے مجھے کیسے پایا ہے؟ انہوں نے کہا: جربناک غیر مرة اے محمد! ہم نے تجھے کئی بار آزمایا ہے، ما وجدنا فیک الا صدقاً، ہم نے تجھے سچا پایا ہے۔ پہلے حضور نے ذات کو پیش کیا ہے پھر فرمایا: قولوا لا اله الا الله تفلحون، پہلے نبی ذات کی ہوتی ہے پھر نبی کی بات ہوتی ہے۔ نبی کی ذات پر ایمان فرض ہے نبی کی بات پر بھی ایمان فرض ہے۔ مولوی کی ذات پر ایمان نہیں ہوتا مولوی کی بات پر ایمان ہوتا ہے۔ اگر مرزا قادیانی مولوی ہونے کا دعویٰ کرتا ہم اس کی ذات پر بات نہ کرتے، اس کے مسئلہ پر اعتراض کرتے۔ اب اس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، لہذا پہلے اس کی ذات پر بحث ہوگی پھر اس کی بات پر بحث ہوگی۔

دوسری نعمت: علم

ایمان کے بعد اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے ”علم“۔ کیوں کہ انسان نبی تو نہیں بن سکتا کہ نبوت کا دروازہ جو بند ہے، ہاں علم کا دروازہ کھلا ہے۔ نبی کا وارث عالم ہوتا

ہے، نبی کا وارث عامل اور عابد نہیں ہوتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَذْنَاكُمْ [جامع الترمذی: 2685] ایک عالم کی فضیلت عام آدمی پر ایسی ہے جیسے نبی کی فضیلت عام صحابی پر ہے۔

علم اور نسبت کی لاج رکھیں: جن کو اللہ نے علم عطا فرمایا ہے، اس پر اللہ کا شکر ادا کریں اور اللہ سے دعا کریں کہ اے اللہ اس علم کی لاج رکھنے کی بھی توفیق عطا فرما۔ بسا اوقات بندے کا دل کرتا ہے کہ میں گناہ کروں۔ اس وقت اپنے آپ کو روک لے اور علم کی لاج رکھ لے تو اللہ اس بندے کو بہت نوازتے ہیں۔

واقعہ نمبر 1: حضرت امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ ہمارے امام ہیں۔ جن کے ہم مقلد ہیں۔ انہوں نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی ہے اور کیوں؟ اس کی وجہ کیا ہے؟ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ گزر رہے تھے۔ ایک بندے نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں کہا: ان کو جانتے ہو یہ پوری رات نفل پڑھتا ہے۔ امام صاحب نے سن لیا، اس کے بعد فرمایا: میں نے فیصلہ کر لیا اب پوری رات نفل پڑھوں گا، لوگ میرے بارے میں یہ گمان رکھتے ہیں اور میں پوری رات سوتا رہوں، پوری رات امام صاحب نے عشاء کے بعد نفل پڑھے ہیں۔

واقعہ نمبر 2: امام محمد رحمہ اللہ کے بارے میں واقعہ ہے۔ آپ رحمہ اللہ رات کو جاگ رہے تھے اور مطالعہ کر رہے تھے۔ امام محمد رحمہ اللہ کی بیٹی یا باندی نے عرض کیا: آپ پوری رات مطالعہ کر رہے ہیں اور جاگ رہے ہیں، سو جائیں۔ امام محمد رحمہ اللہ نے بڑا پیارا جملہ ارشاد فرمایا: ساری دنیا سو رہی ہے کہ امام محمد جاگتا ہے، ہمیں کوئی مسئلہ پیش آئے گا تو امام محمد بتائے گا۔ اب میں بھی سو گیا تو کس پر اعتماد کریں گے۔

ہمارے دوست ہیں مولانا بشیر احمد کلیار صاحب اور وہ میرے مرید بھی ہیں۔ یہ ہمارے ایک ہی خلیفہ ہیں۔ وہ فرما رہے تھے مولانا ہم دعا کرتے ہیں اللہ آپ کی حفاظت فرمائے۔ میں نے کہا کیوں؟ کہتے ہیں کہ آپ ہیں تو ہم مطمئن بیٹھے ہیں کہ کوئی مسئلہ پیش آئے تو مولانا بیٹھے ہیں ان سے پوچھ لیں گے۔

واقعہ نمبر 3: عالمگیر بادشاہ بہت معروف بادشاہ ہیں۔ شاہی خزانے سے پیسے نہیں لیتے تھے۔ عجیب بادشاہ تھے۔ خود قرآن مجید کی جلد بندی کرتے تھے، اس سے پیسے کماتے تھے اور گھر کے خرچے کے لیے بھجوا دیتے تھے اور یہی عالمگیر بادشاہ تھے جنہوں نے بعض علماء کو جمع کر کے ایک عظیم الشان فتاویٰ لکھوایا جس کا نام ”فتاویٰ عالمگیریہ“ ہے جسے ”فتاویٰ ہندیہ“ بھی کہتے ہیں۔ عالمگیر بادشاہ کے پاس ایک میراثی آیا۔ اس نے کچھ مانگا کہ اللہ کے نام پہ کچھ دو۔ عالمگیر نے فرمایا: بھئی ہم دیں گے مگر کچھ اپنا فن دکھاؤ۔ اس نے کہا: ٹھیک ہے، ہم اپنا فن دکھائیں گے پھر لیں گے۔ اب میراثی وہاں سے چلا گیا۔ اس نے ڈاڑھی رکھ لی، زلفیں رکھ لیں اور موٹی تسبیح لے لی اور ولایت کا روپ دھار کر بیٹھ گیا۔ اس کے علم میں تھا کہ عالمگیر جس علاقہ میں جاتا ہے تو اس کے علماء و صلحاء سے ضرور ملتا ہے۔ اب اس کو پتا چلا کہ عالمگیر کو فلاں علاقہ سے گزرنا ہے وہاں جا کر بیٹھ گیا۔ وزیروں کو حکم ہوتا ہے کہ ہمیں بتادیں کہ اس علاقہ میں کوئی اللہ کا ولی ہو تو ہم اس سے ملاقات کریں۔ چنانچہ وزیر نے بتا دیا کہ فلاں علاقہ میں اللہ کا ولی ہے۔ بادشاہ نے کہا: چلو۔ جب اس درویش کے پاس پہنچے تو وزیر نے کہا کہ بادشاہ آیا ہوا ہے اور آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ اس نے کہا: ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ آخر اس نے منت سماجت کی تو درویش نے کہا: بادشاہ کو لے آؤ۔ بادشاہ آیا اور بہت

متاثر ہوا۔ اثر فیوں سے بھرے تھیلے کا ہدیہ پیش کیا۔ اس نے ٹھوکر مار کر پھینک دیا اور کہا: جاؤ جا کر یہ مال دنیا کے کتوں کو دو، ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ عالمگیر بہت متاثر ہوا کہ پہلے وقت نہیں مل رہا تھا اور وقت ملا تو اتنا ہدیہ دیا اس کو بھی ٹھوکر مار دی۔ پھر کچھ دن گزرے میراثی بادشاہ کے دربار میں آیا اور کہا: مجھے دو سوانعام دو۔ بادشاہ نے کہا: فن دکھاؤ۔ اس نے کہا: یاد نہیں جب تو ولی کے پاس گیا تھا اور تو نے اسے ہدیہ دیا اور اس نے باہر پھینک دیا تھا، وہ میں ہی تو تھا۔ اس سے بڑا کیا فن دکھاؤں؟ بادشاہ نے کہا: اس کو دو سو دے دو۔ پھر عالمگیر نے کہا: ظالم اس دن ہم سونے سے بھرا تھیلا دیا تو نے نہ لیا اور آج دو سو روپے کے لیے آگیا۔ اس میراثی کا جواب سنو۔ اس نے کہا: میں اس وقت اولیاء کے روپ میں تھا۔ اگر میں وہ مال وصول کرتا تو ولی بدنام ہوتے۔ میں نے ولایت کی لاج رکھنے کے لیے اتنے لاکھ قربان کر دیئے۔

واقعہ نمبر 4: حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ سرکاری اور شاہی پہلوان تھے۔ ایک دن کشتی کا اعلان ہوا اور ایک کمزور بوڑھے کے ساتھ ان کی کشتی تیار ہوئی۔ لوگوں نے بہت سمجھایا: باباجی آپ کی ہڈیاں اور پسلیاں ٹوٹ جائیں گی، یہ شاہی پہلوان ہے اور یہ شاہی بادام کھاتا ہے۔ اس نے کہا: ہم دیکھتے ہیں اور اس کے سارے حساب چکا دیں گے۔ ایک طرف بوڑھا اور دوسری طرف جنید بغدادی ہیں؛ لوگ تعجب سے دیکھتے ہیں کہ آج جنید کی توہین ہے اس سے کشتی کرنا۔ اگر اس نے داؤ لگا کر اس کو گرا دیا تو جنید کا کیا کیا رہ جائے گا؟! کشتی ہونے لگی، اس بوڑھے آدمی نے جنید کو کان میں کہا: جنید میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے ہوں، سید زادہ ہوں، میرے گھر والے فاقے میں ہیں اور میری اولاد بھوکی مر رہی ہے۔ میں تو لڑ نہیں سکتا۔ اگر میں آج جیت

گیا اور تو گر گیا تو مجھے شاہی خزانے سے انعام ملے گا اور حضور علیہ السلام کی اولاد کے گھر چولہا جلے گا۔ کشتی شروع ہوئی، تھوڑی دیر بعد جنید گر گیا اور بوڑھا اس کے سینے پر چڑھ کھڑا ہوا۔ پھر کیا تھا پورے بغداد میں اس کا ڈنکا بج گیا۔ جنید بغدادی ہار گیا، شکست ہوئی۔ بتاؤ کتنی ذلت اور رسوائی ہوئی ہوگی۔ جنید نے اپنی عزت لٹائی حضور علیہ السلام کی نسل کی لاج رکھنے کے لیے۔ ہمارے شیخ حضرت اقدس شاہ حکیم محمد اختر دامت برکاتہم فرماتے ہیں: جنید بغدادی رات کو سوئے اور حضور علیہ السلام تشریف لائے۔ فرمایا: تو نے میری اولاد کی لاج رکھی ہے، جس طرح تیری ذلت بغداد نے دیکھی ہے اب اسی طرح پوری دنیا تیری عزت کا تماشا دیکھے گی۔

تیسری نعمت: عزت

اس کے بعد بڑی نعمت ہے ”عزت“۔ اللہ سے دعائیں مانگو کہ اللہ عزت کے ساتھ دین کا کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ذلت سے نہیں، کیونکہ ہم کمزور ہیں ذلت کو برداشت نہیں کر سکتے۔

چوتھی نعمت: صحت

چوتھی بہت بڑی نعمت ہے ”صحت“ اور جس کی صحت ہے وہ اللہ شکر ادا کرے کہ اللہ نے صحت عطا فرمائی۔ ہم کمزور لوگ ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ بیماری کی وجہ سے کفر کی حد تک جا پہنچیں۔ چناب نگر میں مرزائیوں کا ہسپتال ہے۔ آدمی کو ہارٹ اٹیک ہوتا ہے، آپریشن کے لیے مرزائیوں کے پاس چلا جاتا ہے اور غریب لوگ پیسے نہ ہونے کی وجہ سے مرزائیوں کے پاس جاتے ہیں علاج کرانے کے لیے۔ کیوں بھی؟ کہتے ہیں پیسے کا مسئلہ ہے۔ بھی ایمان کا مسئلہ ہے۔ آدمی کو اللہ موت دے یہ بہتر ہے

لیکن اس مسئلہ پر کمپر ومانز نہیں کرنا چاہیے۔ اللہ ہمیں بچائے کہ ہم کسی کافر اور قادیانی کے پاس علاج کرائیں۔ اللہ ہمیں صحت پر شکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

پانچویں نعمت: دولت

یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ قرآن کریم میں پیسے کو خیر فرمایا: **إِنْ تَرَكَ خَيْرًا** [البقرة: 180] اور دوسری جگہ فرمایا: **وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ** [العاديات: 8] یہاں مال و دولت کو اللہ تعالیٰ نے خیر فرمایا۔ مال پر چڑھائی نہ کیا کرو، خواہ مخواہ پیسے کو برا بھلا نہ کہا کرو۔ دولت اگر جائز طریقے سے آئے تو خدا کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اب دیکھو آپ آرام سے بیٹھے ہو کہ نہیں۔ کچی مسجد ہے، پتکھے چل رہے ہیں، آواز باہر تک آتی ہے، سکون کے ساتھ بیٹھے ہو۔ یہ بغیر پیسے کے تو نہیں ہے۔ اللہ نے مال کو ”خیر“ فرمایا ہے۔ ہاں شرط یہ ہے کہ جائز جگہ سے آیا ہو اور جائز جگہ پہ خرچ ہو۔ جائز طریقے پر آئے تو خدا کی نعمت ہے اور ناجائز طریقے پر آئے تو خدا کا عذاب ہے۔

چھٹی نعمت: ہدایت

”ہدایت“ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اللہ ہمیں ہدایت پر کار بند فرمائے اور ذلت و گمراہی سے بچائے۔ دعا کریں اللہ ہم سب کو اپنی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ خدا کا اعلان ہے: **لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ** [ابراہیم: 7] اگر تم شکر کرو گے تو میں زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو جو میں نے دیا ہے وہ بھی چھین لوں گا۔ نعمتوں کے چھن جانے سے بچو، جب نعمت ہوتی ہے تو بندے کو احساس نہیں ہوتا جب نعمت چھین لی جاتی ہے تو پھر بندہ روتا ہے۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین

شوال کے چھ روزے اور امام اعظم رحمہ اللہ کا موقف

مولانا محمد عادل منصور

باطل نے ہر دور میں عوام کو اہل حق سے دور کرنے کے لیے کئی قسم کے حربے استعمال کیے؛ تقریر و تحریر کے ذریعے اہل حق کی عبارات کو اپنے مطلب کے مطابق ڈھال کر عوام کو بدظن کرنے کی کوشش کی۔

ان دنوں موبائل کے ذریعہ ایک میسج عام کیا جا رہا ہے کہ فقہ حنفی قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ اس کی ایک مثال یوں دی کہ حدیث مبارکہ میں ہے: جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو اس کو سال بھر روزے رکھنے کا ثواب ملے گا۔ دوسری طرف فتاویٰ عالمگیریہ کے ایک مسئلہ سے تقابل کیا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک شوال کے چھ روزے رکھنا مکروہ ہے۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ فقہ حنفی کی معتبر کتب یہاں تک کہ اسی فتاویٰ عالمگیریہ میں بھی شوال کے 6 روزوں کو مستحب کہا گیا۔ باقی جہاں ان کو مکروہ کہا گیا ہے وہ مطلق نہیں بلکہ یہ حکم خاص صورتوں کے متعلق ہے۔ جیسے اگر کوئی شخص ایک روزہ عید کے دن رکھے اور پانچ بعد میں تو یہ مکروہ ہے۔ اسی طرح جو شخص ان روزوں کو رمضان کی طرح فرض سمجھے تو یہ فرض سمجھ کر رکھنا مکروہ ہے۔ اگر کوئی شخص عید الفطر کے دن کو چھوڑ کر رمضان کی طرح فرض سمجھے بغیر شوال کے 6 روزے رکھے تو یہ مستحب ہے۔ احناف کے نزدیک رائج یہی قول ہے۔ چند تصریحات ملاحظہ فرمائیں:

1: وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ لَا بَأْسَ بِهِ وَتُسْتَحَبُّ السَّنَةُ مُتَفَرِّقَةً كُلُّ أُسْبُوعٍ يَوْمَانِ وَيُكْرَهُ صَوْمُ الْوَصَالِ وَهُوَ أَنْ يَصُومَ السَّنَةَ كُلَّهَا وَلَا يُفْطِرُ فِي الْأَيَّامِ الْمُنَهِّيِّ عَنْهَا وَإِذَا أَفْطَرَ فِي الْأَيَّامِ الْمُنَهِّيَّةِ الْمُخْتَارِ أَنَّهُ لَا بَأْسَ بِهِ

(فتاویٰ عالمگیری ج 1 ص 221 کتاب الصوم باب فیما یکرہ للصائم وما لا یکرہ)

حاصل عبارت: شوال کے چھ روزوں کے بارے میں دو قول ہیں۔

۱: مکروہ، ۲: مستحب

اگر کوئی شخص عید کے دن بھی روزہ رکھے تو یہ مکروہ ہے اور اگر عید کا دن چھوڑ کر بعد میں رکھے تو مستحب ہے۔

2: وَنَدَبُ تَفْرِيقِ صَوْمِ السَّتِّ مِنْ شَوَالٍ وَلَا يَكْرَهُ التَّتَابُعُ عَلَى الْمُخْتَارِ خِلَافًا لِلثَّانِي ... وَالِاتِّبَاعُ الْمَكْرُوهُ أَنْ يَصُومَ الْفِطْرَ وَخَمْسَةَ بَعْدَهُ فَلَوْ أَفْطَرَ لَمْ يَكْرَهُ بَلْ يَسْتَحَبُّ وَيُسْنِ

(رد المحتار ج 3 ص 485، 486 کتاب الصوم: مطلب فی صوم الست من شوال)

اس عبارت کا حاصل بھی وہی ہے کہ شوال کے روزے مستحب ہیں لیکن اگر کوئی عید کے دن سے شروع کرے تو مکروہ ہے۔

3: یہی بات بدائع الصنائع میں بھی مذکور ہے۔ [ج 2 ص 215 کتاب الصوم الصیام فی الايام المکروبة]

میج میں آدھی بات نقل کرنا اور آدھی بات چھوڑ دینا بددیانتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اہل حق کے ساتھ وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

لوح ایام

ادارہ

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کا دورہ کراچی:

دعوت و ارشاد کے سلسلے میں متکلم اسلام حفظہ اللہ نے 12، 13، 14 اگست کراچی کے مختلف مقامات کا دورہ کیا۔ جس میں کئی اجتماعات سے خطاب فرمایا۔ جید علماء سے ملاقاتیں بھی فرمائیں جن میں عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر دامت برکاتہم کے صاحبزادے مولانا حکیم مظہر حفظہ اللہ اور مولانا مفتی محمد نعیم حفظہ اللہ وغیرہ شامل ہیں۔ اس سفر میں ایک عیسائی نوجوان (خرم) نے متکلم اسلام حفظہ اللہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ جس کا نام حضرت نے محمد عبد اللہ رکھا۔

1 ستمبر: مرکز اصلاح النساء میں مقامی خواتین کے لیے دو سالہ فاضلہ کورس کا افتتاح ہوا۔ افتتاحی بیان حضرت متکلم اسلام حفظہ اللہ نے فرمایا۔

4 ستمبر: ساتویں سالانہ تخصص فی التحقیق والدعوة کا باقاعدہ آغاز کیا گیا۔ افتتاحی کلمات استاذ العلماء مولانا عبد الجبار دامت برکاتہم نے ارشاد فرمائے۔ بعد ازاں متکلم اسلام حفظہ اللہ نے فتنوں کے خلاف کام کرنے کی ضرورت و اہمیت پر مفصل گفتگو فرمائی۔ آخر میں اتحاد اہل السنۃ والجماعت کے امیر شیخ الحدیث و التفسیر مولانا منیر احمد منور دامت برکاتہم نے طلباء کو اس کام کی اہمیت سے آگاہ کیا۔ بحمد اللہ اس سال تخصص میں شریک علماء کی تعداد 80 سے متجاوز ہے۔

4 ستمبر: غیر مقلد عالم مولانا طاہر ضیاء (گجراتی) نے غیر مقلدیت سے تائب ہو کر مسلک اہل السنۃ والجماعۃ کو قبول کیا جن کا انٹرویو عنقریب منظر عام پر آجائے گا۔

5 ستمبر: امام اہل السنۃ حضرت شیخ محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کے علمی جانشین شیخ الحدیث مولانا زاہد الراشدی حفظہ اللہ مرکز میں تشریف لائے اور طلباء سے فتوں کے خلاف کام کرنے کی ضرورت و اہمیت پر مدلل گفتگو فرمائی اور حضرت متکلم اسلام کی خدمات کو سراہا۔

8 ستمبر: غیر مقلد عالم مولانا محمد یونس اقبال (مظفر گڑھ) نے اپنے والد محمد اقبال سمیت غیر مقلدیت سے توبہ کر کے مسلک حق اہل السنۃ والجماعۃ کو قبول کیا اور حضرت الشیخ کے ہاتھ پر بیعت کی ان کا انٹرویو عنقریب منظر عام پر آجائے گا۔

8 ستمبر: حضرت الشیخ متکلم اسلام حفظہ اللہ لاہور کے سفر پر روانہ ہوئے، مخدوم العلماء سید نفیس الحسینی شاہ رحمہ اللہ کے مزار اقدس پر حاضری دی، مدرسہ الحسین لاہور میں بیان فرمایا۔ اس کے بعد مولانا شمس الرحمان حفظہ اللہ کا نکاح پڑھایا۔ لاہور سے واپس آتے ہوئے بعد نماز مغرب سرگودھا پل ماگنی پر حضرت الشیخ کی گاڑی الٹ گئی اللہ کے فضل و کرم سے حضرت الشیخ اور رفقاء بالکل محفوظ رہے۔ (الحمد للہ)

12 ستمبر: حضرت مولانا ابن الحسن عباسی حفظہ اللہ مرکز اہل السنۃ والجماعۃ میں تشریف لائے۔ اسلام میں عقیدہ کی اہمیت، اس موضوع پر کام کرنے کی ضرورت پر بیان فرمایا اور حضرت الشیخ متکلم اسلام حفظہ اللہ کی خدمات کو سراہا۔

آداب مجلس:

سلام پہنچانے کے بیان میں

مولانا محمد ابو بکر اوکاڑوی حفظہ اللہ

عن ابی سلمة ان عائشة حدثتہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال

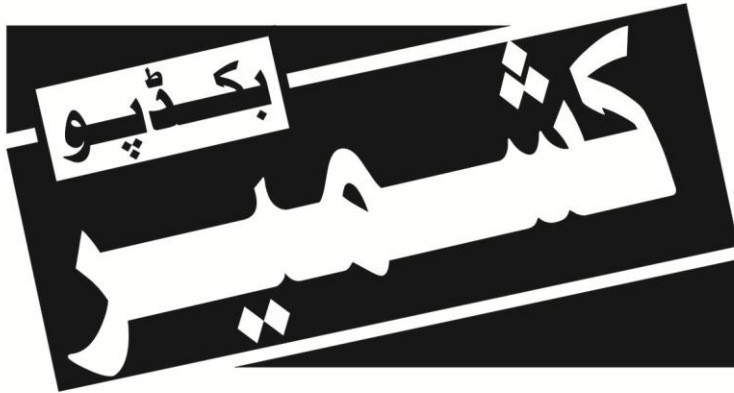
لہا: ان جبرئیل یقرئک السلام قالت وعلیہ السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ.

جامع الترمذی: رقم 2317

ترجمہ: ابو سلمہ فرماتے ہیں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انہیں یہ بات بتائی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: جبرئیل علیہ السلام تمہیں سلام کہہ رہے ہیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: ان پر بھی سلام ہو، اللہ کی رحمتیں ہوں اور برکتیں ہوں۔

تشریح: اس حدیث مبارک میں حضرت جبریل علیہ السلام کا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سلام بھیجنا اور پھر امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ان کو جواب دینا بیان فرمایا گیا ہے۔ اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ دور والوں کو سلام بھیجا جاسکتا ہے۔ پہلے جو احادیث ذکر کی گئی تھیں ان میں سلام کرنے کے آداب اور مختلف طریقے بیان فرمائے گئے تھے لیکن وہ سب موجود لوگوں کو سلام کرنے کے بارے میں تھے اور اس حدیث مبارک میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جو موقع پر موجود نہ ہو ان کو سلام کیسے کیا جائے؟ تو اس کا طریقہ بتایا گیا کہ کسی کے واسطے سے سلام بھیجا جائے اور پھر جس کو سلام بھیجا گیا ہو وہ اس کے سلام کا جواب بھی دے۔

علم کی دنیا کا اچھوتا نام



پروپرائیٹر: ملک مواد اینڈ سنز

ہمارے ہاں

قرآن کریم، سپارے، قاعدے، تراجم، تفاسیر، احادیث، فقہ اور دیگر موضوعات پر مبنی علمی، اصلاحی، تحقیقی اور دنیا بھر کے نامور محققین، علماء کرام، سکالرز کی شہرہ آفاق تصانیف سستے نرخ پر دستیاب ہیں

نوٹ: مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ کی تمام مطبوعات دستیاب ہیں

فون
0543551148

کشمیر بک ڈپو تلہ گنگ روڈ چکوال

